سلطان نورالدین زنگی
سلطان صلاح الدین ایوبی

سید زید زمان حامد





سلطان نور الدین زنگیؒ

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

سید زید زمان حامد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام تصنیف : یہ غازی (سلطان نورالدین زنگیؒ، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ)

مصنف : سید زید زمان حامد

ناشر : براس ٹیکس، راولپنڈی

تقلیبِ حروف : براس ٹیکس ٹیم

مجلس ادارت : شہزاد مسعود روی، سمیع اللہ بخاری، سفیان مسعود، سیدہ قدسیہ مشہدی، فاطمہ حسین، رملہ کلیم

کتابت وآرائش : وقار احمد صدیقی

تاریخ اشاعت : مارچ ۲۰۱۵ء

قیمت : ۵۰۰ روپے



راولپنڈی، پاکستان

فون: +92-51-5598046-7

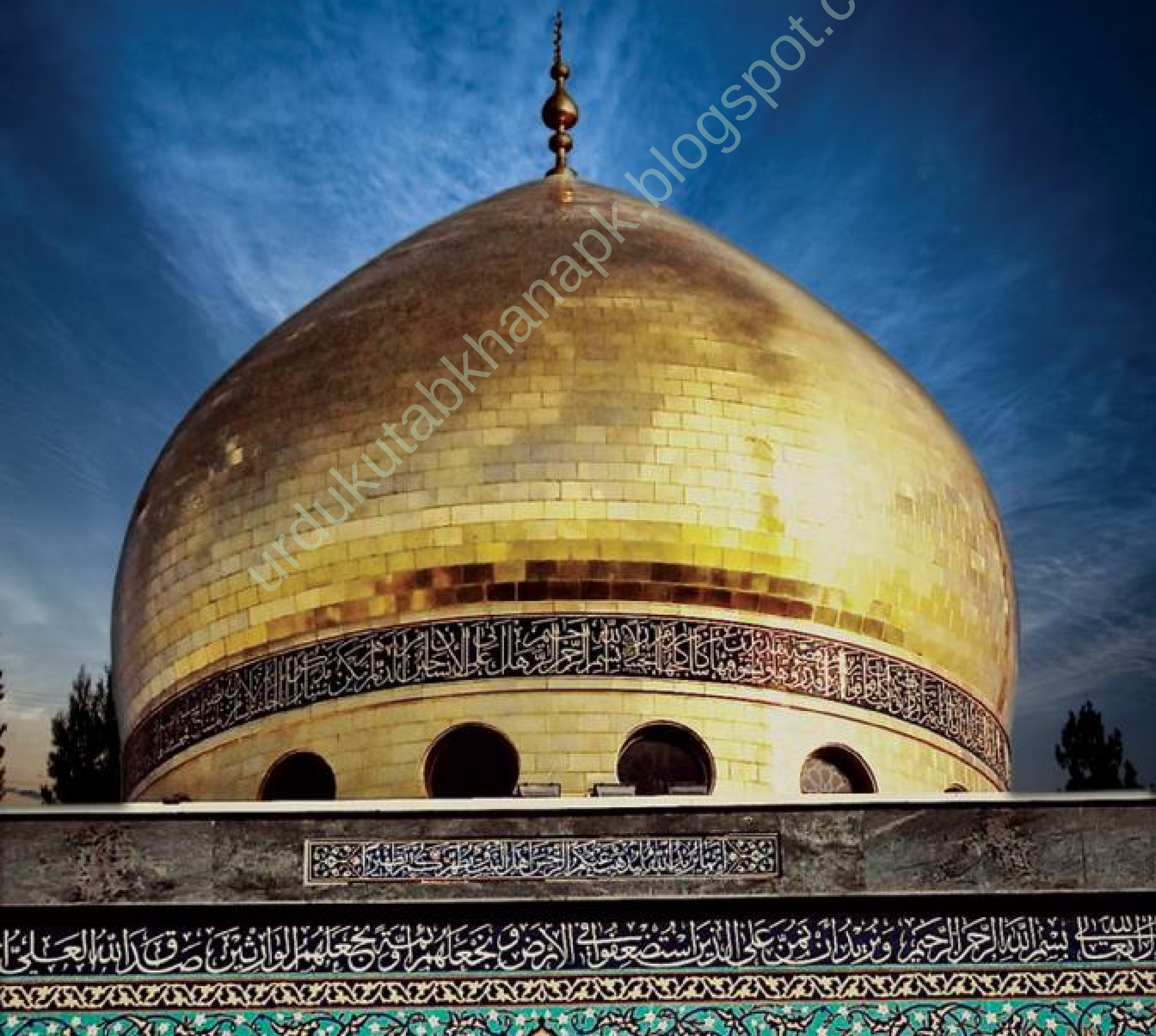
ویب سائٹ: www.zaidhamid.pk

ای میل: syedzaidzamanhamid@gmail.com

سیدی و مرشدی رسول اللہ ﷺ

کی خدمت اقدس میں

ہدیہ عشق و ادب



پیش لفظ

یہ غازی کے سلسلے کی دوسری کتاب ''سلطان نورالدین زنگیؒ وسلطان صلاح الدین ایوبیؒ'' پیش خدمت ہے۔ یہ کتاب اس سلسلے کی ایک نہایت اہم تصنیف ہے اور وہ اس لیے کہ آج ہمیں کم وبیش انہی حالات، مشکلات، اندرونی و بیرونی فتنوں کا سامنا ہے کہ جن کا سامنا زنگیؒ و ایوبیؒ کو بھی تھا۔ اُس دور میں بھی عیسائی اور یہودی صیہونی امت مسلمہ پر اسی طرح حملوں پر حملے کر رہے تھے کہ جیسے آج ہو رہے ہیں۔ اُس وقت بھی امت کو اپنی صفوں میں ''حشیشین'' خارجیوں اور غداروں کا خطرہ درپیش تھا کہ جو یہود ونصاری کے تعاون سے امت مسلمہ میں قتل وغارتگری کا بازار گرم کیے ہوئے تھے، اور آج بھی دہشتگرد خارجی اور دیگر داخلی غدار امریکہ، اسرائیل اور بھارت کی مدد، حمایت اور تعاون سے نہ صرف وطن عزیز، بلکہ امت کے دیگر ممالک میں بھی وحشت وخونریزی کا گھناؤنا کھیل کھیل رہے ہیں۔

سلطان زنگیؒ اور سلطان ایوبیؒ ہی امت کی وہ ناقابل شکست چٹانیں تھیں کہ جن سے ٹکرا کر اس وقت کا صلیبی ریلا پاش پاش ہوا۔ سلطان ایوبیؒ ہی کے مبارک دور میں بیت المقدس نوے سال کے صیہونی قبضے کے بعد، دوبارہ خلافت اسلامیہ کا حصہ بنا، اور وہ بھی ایسی کریمانہ شرائط پر کہ جن کی توقع صرف نبی کریم ﷺ کے ایک مجاہد امتی سے ہی کی جاسکتی تھی۔

یہی سبب ہے کہ یورپی مورخین بھی اپنے آپ کو، تمام تر تعصب کے باوجود، سلطان زنگیؒ اور سلطان ایوبیؒ کی عالی ظرفی، شجاعت اور عسکری ذہانت کے اعتراف پر مجبور پاتے ہیں۔

آج امت کو پھر کسی ''صلاح الدین'' کا انتظار ہے کہ جو اس کو داخلی و بیرونی خطرات کے اس بھنور میں مستحکم اور باعزت قیادت فراہم کر سکے۔ امت پہ آج بھی اسی طرح کی تاریکی چھائی ہوئی ہے کہ جو صلیبی جنگوں کے آغاز کے وقت طاری تھی۔ بیت المقدس شریف آج ایک مرتبہ پھر یہودیوں کے پنجے میں ہے اور پورا مشرق وسطیٰ ایک بھڑکتی ہوئی آگ میں دھکیل دیا گیا ہے۔ یہودیوں کی لگائی ہوئی یہ آگ مراکش سے لے کر پاکستان تک ہر مسلمان ملک کو اپنی لپیٹ میں لیتی نظر آ رہی ہے۔ وہی دشمن ہے، وہی سازشیں ہیں، وہی غداریاں ہیں، وہی امت رسول ﷺ ہے اور وہی قیادت کا فقدان۔

آگ ہے، اولاد ابراہیمؑ ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے!

اس کتاب کا مقصد مسلمانوں کی آج کی قیادت کو اپنی تاریخ کے اسباق یاد کروانا ہے کہ جو قومیں اپنی تاریخ بھول جاتی ہیں، جلد ہی ان کا ذکر بھی صرف تاریخ کی کتابوں میں ہی رہ جاتا ہے۔ آج کے غافل حکمرانوں کو ہی اقبالؒ نے یوں تنبیہہ کی تھی:

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں!

اللہ پاکستان کا حامی و ناصر ہو اور امت مسلمہ کو ایک مرتبہ پھر اپنے خاص فضل وکرم سے ایسے سپہ سالار عطا فرمائے کہ جو آج کی صلیبی جنگوں میں سلطان نورالدین زنگیؒ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی سنت پر آبروئے رسول ﷺ کے محافظ بن سکیں۔ (آمین)

براس ٹیکس

اقوالِ صلاح الدین ایوبیؒ

''جس قوم کے نوجوان بیدار ہو جائیں اس قوم کو کوئی شکست نہیں دے سکتا''۔

''یاد رکھو میرے دوستو! فوج بغیر قوم کے اور قوم بغیر فوج کے، دشمن کیلیئے آسان شکار ہوتی ہے''۔

''صلیبی اور یہودی ہر دور میں اسلام کی فوج اور قوم کے درمیان منافرت پیدا کرنے کی کوششیں کریں گے''۔

''مجھے نظر آ رہا ہے کہ فلسطین کا خطہ خون میں ڈوبا رہے گا''۔

''حکومت کا نشہ، دولت اور عورت، اچھے اچھے انسانوں کو اندھا کر دیتے ہیں''۔

''کافر سے پہلے غدار کو قتل کرنا ضروری ہے''۔

''ایک جاسوس دشمن کے پورے لشکر کو شکست دے سکتا ہے، اور ایک غدار اپنی پوری قوم کو شکست کی ذلت میں ڈال سکتا ہے''

''باوقار قوم کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنی روایات نہ بھولو''۔

''دفاع کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دشمن تمہیں مارنے کیلیئے نیام سے تلوار نکال ہی رہا ہو تو تمہاری تلوار پہلے ہی اس کی گردن اڑا دے۔
وہ اگر کل حملے کے لیے آ رہا ہو، تو تم اس پر آج ہی حملہ کر دو''۔

''اگر ہم کفر کے طوفان کو نہ روکیں تو ہم مسلمان نہیں بلکہ بے غیرت ہونگے، اور اگر اسلام کا دفاع اس طرح کریں کہ
دشمن کے انتظار میں گھر بیٹھے رہیں اور جب وہ حملہ کرے تو اپنے گھر میں ہی اس کے خلاف لڑیں
اور پھر یہ فخر بھی کریں کہ ہم نے دشمن کو پسپا کر دیا، تو یہ ہماری بزدلی کا ثبوت ہوگا''۔

سلطان نورالدین زنگیؒ





سلطان نورالدین زنگیؒ

گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں ہونے والی صلیبی جنگیں انسانی تاریخ کا ایک غیر معمولی باب ہیں۔تقریباً ڈھائی سو سال تک جاری رہنے والے اس لرزہ خیز تصادم میں، حقیقی معنوں میں، پوری دنیا ایک عالمی جنگ کا شکار تھی۔ یہ تہذیبوں کا ٹکراؤ ہونے کے ساتھ ساتھ مذاہب کا تصادم بھی تھا۔ مسلمان اور عیسائی قومیں باہم دست وگریباں تھیں۔ یہ اتنی خونریز جنگیں تھیں کہ اس سے پہلے انسانیت نے کبھی اتنا کشت وخون اور تباہی و بربادی نہ دیکھی تھی۔امت مسلمہ اور تمام عیسائی دنیا کے اس ٹکراؤ کے نتیجے میں پوری انسانی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب ہوئے کہ جن کا اثر آج کی جدید دنیا میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔اکیسویں صدی کے آغاز پر امریکی صدر جارج بش نے جب مشرق وسطیٰ میں حالیہ جنگوں کا آغاز کیا، کہ جس کے نتیجے میں آج افغانستان سے لیکر عراق، شام اور شمالی افریقہ تک تمام مسلمان ممالک پر حملے کیے جارہے ہیں، تو اس نے بھی عیسائی دنیا کی طرف سے مسلط کردہ اس جدید جنگ کو ''صلیبی جنگ'' ہی کہا تھا۔

تاریخ میں صلیبی جنگوں کو ''جنونی جنگوں'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور وہ اس لیے کہ یہ جنگیں برپا کرنے کیلئے عیسائی دنیا نے مذہبی جنون کو استعمال کیا۔ان جنگوں کو ''صلیبی جنگ'' کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان کو شروع کرنے والے عیسائی ہی تھے کہ جو ''صلیب'' کے نام پر جذبات بھڑکا کر، عیسائی دنیا کو مسلمان ممالک پر حملے کیلئے آمادہ کرتے۔ ''تنگ نظری''، ''مذہبی انتہا پسندی'' اور ''دہشت گردی'' جیسی اصطلاحیں کہ جو آج استعمال ہورہی ہیں، عیسائی دنیا کی طرف سے مسلط کردہ صلیبی جنگیں اس کی واضح مثال ہیں۔آج سے تقریباً ایک ہزار سال قبل، یہ جنگیں مغربی عیسائی دنیا نے اپنی عوام کے مذہبی جذبات کو بھڑکا کر امت مسلمہ کو ختم کرنے کی غرض سے برپا کیں اور آج اکیسویں صدی میں بھی یہی سازشیں اور قتل عام دہرایا جارہا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم مسلمانوں کی طرف سے صلیبی جنگوں کے جواب اور ان جنگوں میں حصہ لینے والے غازیوں کی بات کریں، یہ ضروری ہوگا کہ ہم صلیبی جنگوں کے ان تمام کرداروں کی بات کریں کہ جو مغرب کی طرف سے ان جنگی مہمات میں شریک تھے۔ صلیبی جنگوں کی آڑ میں مسلمانوں کے خلاف مختلف طاقتور گروہ اپنے اپنے مقاصد کے حصول کی غرض سے اکٹھے ہو گئے تھے۔

مغرب کی طرف سے جو اتحاد صلیبی جنگوں کیلئے بنا، اس کا ایک فریق بازنطینی سلطنت بھی تھی۔ بازنطینی سلطنت پچھلے کئی سو سال سے مسلمانوں سے بری طرح مار کھاتی چلی آ رہی تھی، اور اب یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ یہ تنہا مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتی۔ سلجوق سلطان الپ ارسلانؒ نے ۱۰۷۱ء میں مینزیکرٹ کی جنگ (Battle of Manzikert) میں بازنطینی سلطنت کو جو عبرتناک شکست دی تھی، کہ جس کے نتیجے میں بازنطینی حکمران کو گرفتار بھی کر لیا گیا تھا، وہ عیسائیوں کیلئے انتہائی ذلت آمیز تھی اور اب وہ یہ خوف محسوس کر رہے تھے کہ مسلمان ''قونیہ'' (موجودہ ترکی میں) کے شہر کو اپنا مرکز بنانے کے بعد، اب قسطنطنیہ کی جانب بڑھیں گے۔ اگر مسلمان قسطنطنیہ فتح کر لیتے تو یہ بازنطینی سلطنت کی حتمی موت ہوتی۔

اسی خوف کے تحت بازنطینیوں نے پوری عیسائی دنیا میں یہ واویلا کرنا شروع کر دیا کہ بازنطینی سلطنت اور عیسائی دنیا کو مسلمانوں سے خطرہ لاحق ہے اور اسکے لیے عیسائی دنیا کو اپنی حفاظت کیلئے متحد ہونا ہوگا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ باقی عیسائی دنیا سے مدد لے کر مسلمانوں کو





جنگ مینز یکرٹ

اپنے مشرقی علاقوں کہ جہاں پر سلجوق سلطانوں نے قبضہ کرلیا تھا، سے نکال باہر کریں اور اپنی مشرقی سرحدوں کو محفوظ بنالیں۔ اس جنگ سے بازنطینی حکمرانوں کا یہی مقصد وابستہ تھا۔ لیکن انہیں اس بات کا اندازہ نہ تھا کہ صرف عیسائی دنیا کی مشرقی سرحدوں کی حفاظت کیلئے لڑی جانے والی یہ جنگ، آنے والے ڈھائی سو سالوں پر محیط ہو جائے گی اور اس کے نتیجے میں لگ بھگ ڈیڑھ کروڑ انسان متاثر ہونگے اور آنے والی صدیوں تک اس کے اثرات مرتب ہوتے رہیں گے۔

مشرقی یورپ اور قسطنطنیہ میں اس جنگ کے شروع ہونے سے قبل ہی مغربی یورپ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان تصادم جاری تھا۔ اندلسیہ یا اسپین پہلے ہی تقریباً تین سو برس سے مسلمانوں کے قبضے میں تھا اور مغربی یورپ میں یوسف بن تاشفینؒ نے جنگ ذلاقہ میں عیسائیوں کو جو عبرتناک شکست دی تھی، اس کے نتیجے میں جزیرہ نما آئبیریا بھی مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا اور اندلسیہ پر مسلمانوں کی حکومت ایک مرتبہ پھر مستحکم ہوگئی۔ اس شکست سے عیسائی آتش انتقام میں جھلس رہے تھے۔ روم میں موجود پوپ اور مغربی یورپ کے مما لک مثلاً جرمنی، فرانس اور انگلستان کے عیسائیوں کو بھی اس بات کا قلق تھا کہ وہ مسلمانوں کو اسپین سے نکالتے نکالتے رہ گئے، اور یوسف بن تاشفینؒ کی دخل اندازی کی وجہ سے ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔

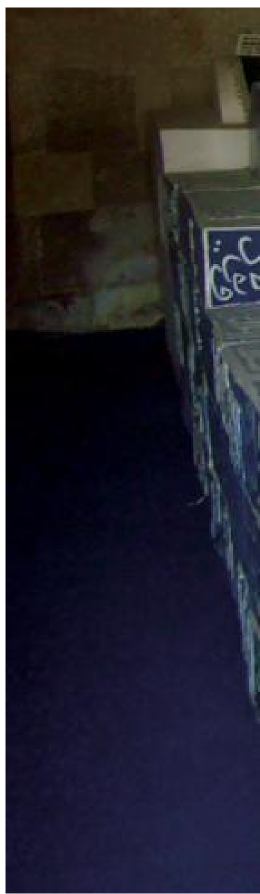
بازنطینی حکمران نے جب یہ دیکھا کہ پوپ اور مغربی یورپ کے عیسائیوں کو بھی مسلمانوں پر شدید غصہ ہے، تو اس نے ان کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ آپ قسطنطنیہ آئیں تا کہ یہاں سے سلجوق مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہوا جائے۔ بازنطینی حکمران کو اس

قونیہ، سلجوق مسجد

قونیہ، سلجوق مسجد میں سلجوق سلاطین کی قبریں

مصنف قونیہ میں مولانا جلال الدین رومیؒ کے مقبرے پر





بات سے کوئی دلچسپی نہ تھی کہ اسپین سے مسلمان نکالے جاتے ہیں یا نہیں، اس کی دلچسپی صرف اپنی سلطنت کی حفاظت تک ہی محدود تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے ان تمام حکمرانوں کو، کہ جو مسلمانوں سے جنگ میں دلچسپی رکھتے تھے، قسطنطنیہ آنے کی دعوت دی اور کہا کہ ہم آپ کو ایشیائے کوچک میں داخل ہونے کیلئے قسطنطنیہ سے راستہ دیں گے۔

موجودہ ترکی کے تمام ایشیائی علاقے کہ جو آبنائے باسفورس کے مشرق میں واقع ہیں، اس وقت تک مسلمان سلجوق سلطنت کے قبضے میں آچکے تھے اور قونیہ کا مشہور شہر اس مضبوط سلجوق سلطنت کا دارالحکومت بن چکا تھا۔ آنے والے وقتوں میں اسی قونیہ میں مولانا جلال الدین رومیؒ اور شمس تبریزؒ تشریف لائے اور ان کی وجہ سے آج بھی یہ شہر پوری دنیا کیلئے ایک روحانی کشش رکھتا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ مسلمانوں کے تمام مقدس مقامات یعنی مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس شریف مشرق وسطیٰ میں ہی واقع ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کو کبھی یورپ کی جانب سفر کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ علاوہ ازیں یورپ اس وقت تاریک دور (Dark Ages) میں تھا اور وہاں جو بھی ترقی اور تعلیم کی طرف قدم اٹھاتا، اسے جادوگر کہہ کر زندہ جلا دیا جاتا۔ فرانس اور انگلستان کی گلیوں میں کیچڑ اور غلاظت کی وجہ سے چلنا دوبھر ہو جاتا۔ طاعون جیسی بیماریاں عام تھیں۔ حقیقی معنوں میں وہ وحشیوں اور درندوں کی مانند زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایسی صورتحال میں وہاں مسلمانوں کے نہ تو کوئی تجارتی مفادات تھے اور نہ ہی مذہبی مقاصد۔ لہٰذا مسلمان سیاحت یا تجارت کیلئے یورپ جانے میں قطعاً دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ اس کے برعکس یورپ کے جن علاقوں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا،

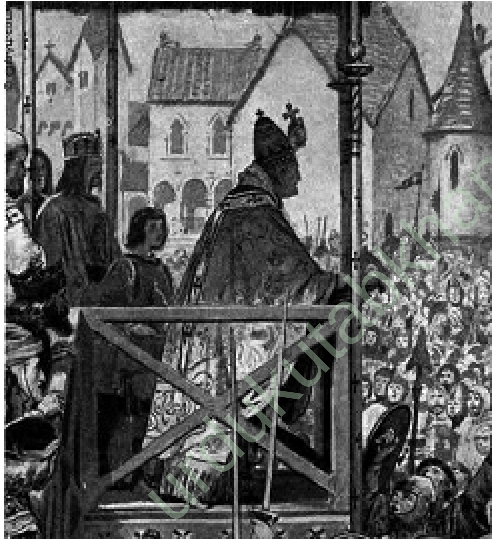

یورپ طاعون کی زد میں



مثلاً اسپین، وہاں ایک شاندار تہذیب قائم تھی۔ غرناطہ اور قرطبہ پوری دنیا کے علمی، تجارتی اور تہذیبی مراکز تھے۔ نتیجتاً تمام یورپی لوگ مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں آ کر آباد ہونا اور علم حاصل کرنا پسند کرتے۔ قسطنطنیہ وہ عیسائی علاقہ تھا کہ جسے مسلمان ابھی تک فتح نہیں کر پائے تھے۔ ایسی صورتحال میں بقیہ یورپ میں مسلمانوں کے سفر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

آج صورتحال اس کے بالکل برعکس ہے۔ مسلمانوں کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ ویزے لگوا کر یورپ، امریکہ، برطانیہ یا کینیڈا جا کر بس جائیں۔ اُس زمانے میں مسلمان یہ بات سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اپنی مرضی سے دارالاسلام چھوڑ کر دارالکفر میں آباد ہو جائیں۔

دوسری جانب عیسائیوں کے تمام مذہبی اور مقدس مقامات مسلمانوں کے علاقوں میں تھے۔ بیت المقدس شریف، عیسائیوں کیلئے بھی مقدس جگہ ہے، کیونکہ یہاں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ کے دور میں مسلمانوں نے پہلی مرتبہ بیت المقدس شریف کو فتح کیا تھا۔ تب سے لے کر ۱۰۹۸ء تک یہ مسلمانوں ہی کے قبضے میں رہا۔ اسپین یا اندلس میں شکست کے بعد عیسائیوں میں آتش انتقام بھڑک رہی تھی اور ساتھ یہ حسرت بھی سینوں میں سلگ رہی تھی کہ بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے واپس لیا جائے۔



پوپ اربن دوئم

پوپ اربن دوئم نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو پورے یورپ میں پھیلا دیا۔ انہوں نے نفسیاتی جنگ کے ذریعے اشتعال انگیزی پھیلائی اور یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کیا کہ بیت المقدس میں عیسائیوں کے ساتھ بہت ظلم روا رکھا جا رہا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کے دور سے لے کر صلیبی جنگوں کے آغاز تک، بیت المقدس میں کسی بھی عیسائی کو نہ تو قتل کیا گیا اور نہ ہی کوئی ظلم کیا گیا۔ عیسائی اور یہودی کئی سو برس تک مسلمانوں کے زیر سایہ اتنے امن و سکون سے رہے کہ کہیں بھی مذہبی تعصب کی کوئی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ ان برسوں میں مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ رواداری کی وہ اعلیٰ مثال قائم کی کہ جسے دنیا آج تک یاد رکھتی ہے۔

پیٹر (Peter The Hermit) نام کے ایک راہب نے یورپ میں جگہ جگہ ایسی جنونی تقاریر کیں کہ جن میں مذہبی تعصب، جنون اور لوگوں کو بھڑکانے کے تمام اسباب موجود تھے۔ یوں پورے یورپ میں مذہبی جنون کی آگ بھڑکا دی گئی۔ یورپ کی فوجیں تو بعد میں نکلیں، ان سے پہلے ہی عام یورپی عیسائی اس راہب کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کا مقصد مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر کے بیت المقدس پر دوبارہ قبضہ کرنا تھا۔ یہ عسکری اعتبار سے غیر تربیت یافتہ، جذباتی اور نہتے عیسائی صرف اس لیے اپنے گھر بار چھوڑ

کرراہب پیٹر کے ساتھ چل پڑے تھے، کہ ان کے مذہبی جذبات کو بھڑ کا دیا گیا تھا اوران کو اس جنگ میں حصہ لینے کے نتیجے میں جنت کی بشارت بھی دی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ لاکھوں کی تعداد میں وہ سادہ لوح عیسائی عوام، اپنے انجام سے بے خبر، اندھا دھند اس مہم پر روانہ ہوگئے۔

....

عیسائیوں کی طرح یہودیوں کیلئے بھی بیت المقدس بہت مقدس جگہ ہے۔ یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہاں حضرت سلیمانؑ نے ایک بہت بڑی عبادت گاہ بنائی تھی، کہ جس کو وہ ''ہیکل سلیمانی'' (Temple of Solomon) کہتے ہیں۔ اب اس جگہ پر مسجد اقصیٰ موجود ہے۔ یہودیوں کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے ہیکل سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کیا جائے اور ''اسرائیل'' کے نام سے یہاں یہودیوں کی ایک ریاست قائم کی جائے، کہ جو ان کے عقیدے کے مطابق ماضی میں بھی ہوا کرتی تھی۔ صلیبی جنگوں کے تقریباً ایک ہزار سال کے بعد یہودی آج بیت المقدس شریف پر قابض ہیں اور اپنے اسی ہدف کو پورا کرنے کی ناپاک کوششوں میں لگے ہوئے ہیں کہ جس کیلئے یہ صدیوں سے کام کر رہے تھے اور صلیبی جنگوں میں اس کیلئے کوشش کرتے رہے۔



مستقبل کی اسرائیلی ریاست کا فرضی نقشہ

عیسائی دنیا میں یہودیوں کو ہمیشہ بری طرح ذلیل ورسوا ہی کیا جاتا تھا۔ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق یہودیوں نے ہی حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھانے کی سازش کی تھی اور اس کے نتیجے میں پوری عیسائی دنیا میں یہودیوں کو بدترین دشمن تصور کیا جاتا۔ وہاں یہودیوں کی زندگی اجیرن تھی۔ یہی وجہ تھی کہ عیسائی علاقوں میں رہنے والے یہودیوں نے اپنی بقاء کی خاطر مختلف بھیس بدلنے سیکھ لیے تھے۔ کچھ یہودی خود کو عیسائی ظاہر کرتے تھے، عبادت کرنے کیلئے انہوں نے خفیہ جگہیں بنا رکھی تھیں اور اس طرح اپنی خفیہ اندرونی محافل میں اپنی یہودی روایات جاری رکھتے تھے۔ جب یہودیوں نے دیکھا کہ پوری عیسائی دنیا مسلمانوں سے متصادم ہونے جا رہی ہے، تو ان کے فتنہ انگیز ذہن نے بیت المقدس شریف پر قبضہ کرنے اور یہودیوں کی ریاست کے قیام کیلئے اس موقع کو غنیمت جانا۔

موجودہ اسرائیلی ریاست کے قیام کے پیچھے بھی عیسائیوں اور یہودیوں کی وہی ذہنیت کارفرما ہے کہ جس کا سب سے پہلے اظہار ایک



ہزار سال پہلے صلیبی جنگوں کے دوران ہوا تھا۔ اسرائیل کے قیام کی پہلی منظّم کوشش یہودیوں نے صلیبی جنگوں کے دوران ہی کی تھی۔ یہودیوں کی خواہش یہ تھی کہ عیسائی دنیا اور مسلمانوں کے مابین اس تصادم کے نتیجے میں بیت المقدس فتح ہو جائے، تو مکر و فریب کے ذریعے اس پر قبضہ کر لیا جائے اور وہاں ایک یہودی ریاست قائم کر دی جائے۔ یہودیوں نے اس مقصد کیلئے اپنے طاقتور مسلح گروہ تیار کیے کہ جو تاریخ میں ''ٹمپلر نائٹس'' (Templer Knights)، ''ہاسپٹلر نائٹس'' (Hospitler Knights) اور ٹیوٹانک نائٹس (Teutonic Knights) کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ان مسلح یہودی جنگجو دستوں نے عیسائیت کا روپ دھار کر اپنی خدمات پوپ اور بادشاہوں کے سامنے پیش کیں اور یہ معاہدہ طے پایا کہ وہ صرف پوپ کے سامنے ہی جوابدہ ہوں گے۔ ان کو یہ اختیار بھی دیا گیا کہ وہ اپنے مذہبی معاملات میں کسی کے آگے جوابدہ نہ ہونگے۔ اس طرح ان یہودی نائٹس کو یہ اختیار مل گیا کہ اپنے مذہبی عقائد کو خفیہ رکھتے ہوئے عیسائی دنیا کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں اور بیت المقدس شریف کو مسلمانوں کے قبضے سے آزاد کروا کر ایک یہودی ریاست کے قیام کی راہ ہموار کریں۔ عیسائی دنیا میں آج بھی عام طور پر ان نائٹس کو عیسائی سمجھا جاتا ہے۔ مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ ٹمپلر نائٹس، ہاسپٹلر نائٹس اور ٹیوٹانک نائٹس کی خفیہ تحریکوں نے ہی جدید دور کی ''فری میسن'' اور ''الومیناتی'' جیسی بے رحم صیہونی تنظیموں کو جنم دیا ہے کہ جو آج بھی خفیہ تحریکوں (Secret Societies) کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ بین الاقوامی تنظیم Red Cross بھی ہاسپٹلر نائٹس کی جدید شکل ہے اور اس کا تعلق بھی فری میسنز کے فرقے سے ہے۔

....

جب عیسائیوں کی جانب سے پہلی صلیبی جنگ کی تیاری کی جا رہی تھی تو اس وقت پورا یورپ تاریک دور سے گزر رہا تھا اور اس میں اخلاقیات نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ جنگی اخلاقیات و قوانین کا تو کوئی تصور ہی موجود نہ تھا۔ پوپ نے صلیبیوں اور نائٹس کو کھلی چھٹی دے دی کہ جب تک وہ بیت المقدس کو آزاد کروانے کیلئے جنگیں لڑتے رہیں گے، تب تک وہ جو بھی ظلم و جبر، تباہی و بربادی اور قتل و غارت گری مسلمانوں کے علاقے میں برپا کریں گے، وہ سب معاف اور جائز ہوگی۔ نتیجتاً ایسے وحشی اور جنگلی مسلح گروہ تیار ہو گئے کہ جن کا مقصد مسلم علاقوں میں لوٹ مار، قتل و غارت اور تباہی و بربادی پھیلانے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

جب مذہبی جنون عروج پر ہو، آنکھوں میں خون اترا ہوا اور ساتھ یہ اجازت بھی مل جائے کہ آپ کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، تو پھر کوئی فوج، فوج نہیں رہتی بلکہ درندوں کا ایک غول بن جاتی ہے۔ خود یورپی تاریخ دان ان صلیبیوں کو بدترین حیوانات سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ان یہودی اور عیسائی مسلح گروہوں نے مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہونے سے پہلے ہی خود عیسائی دنیا میں وہ تباہی مچائی کہ بازنطینی حکمران، کہ جس نے ان کو آنے کی دعوت دی تھی، وہ خود بھی انکی سفاکانہ کارروائیوں سے پریشان ہو گیا، کیونکہ اب عیسائی دنیا میں بھی کسی کی جان، مال، عزت و آبرو محفوظ نہ رہی تھی۔

....



دائیں طرف سے: ٹمپلر نائٹ، ہاسپٹلر نائٹ، ٹیوٹانک نائٹ



Knight of
The Red Cross
of Constantine
Ritual





صلیبی جنگوں کے دوران ٹمپلر نائٹس کی طرف سے یروشلم میں قائم کیا گیا پہلا St. John's ہسپتال

صلیبی جنگوں کے دوران وجود میں آنے والے نائٹس کا
نظام آج اکیسویں صدی میں بھی موجود ہے۔
موجودہ دور میں St. Johns اور Red Cross
ہاسپٹلر نائٹس کی ہی جدید شکلیں ہیں۔



Red Cross











مسلمانوں کے خلاف اس پہلے صلیبی اتحاد میں تین فریق شامل تھے۔

☆ بازنطینی سلطنت۔

☆ صلیبی نائٹس کہ جو ظاہراً عیسائی مگر حقیقتاً یہودی مسلح گروہ تھے۔

☆ پوپ، یورپ کے عیسائی بادشاہ اور دیگر عیسائی۔

اس وقت یورپ کے عیسائی بادشاہوں کے مابین اقتدار کے حصول کیلئے خونریزی عام تھی۔ یہی وجہ تھی کہ عیسائی اتحادیوں کے آپس میں بھی شدید اختلافات تھے۔ ان تمام مشکلات اور اختلافات کے باوجود، ڈھائی سو سال تک جاری رہنے والی ان مہمات میں، یورپ نے آٹھ مرتبہ متحد ہو کر مسلمانوں پر یلغار کی، کہ جسکے نتیجے میں خود یورپ کو بھی بے پناہ جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس تصادم میں خود یورپ کے تمام عسکری، اقتصادی اور انسانی وسائل خرچ ہو گئے اور اس کے باوجود ان کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ یورپ کے نشاۃ ثانیہ اور اصلاح دین کا دور کہ جو اندلسیہ کی فتح کے بعد ۱۴۹۲ء میں شروع ہوا، وہ کافی عرصے پہلے ہی شروع ہو جاتا، اگر یورپ اپنے تمام وسائل صلیبی جنگوں میں نہ جھونک چکا ہوتا۔ ان جنگوں کے نتیجے میں پورے یورپ کی معیشت تباہ ہو کر رہ گئی تھی اور پوری عیسائی دنیا یہودیوں کی مقروض ہو چکی تھی۔ ایسے وقت میں بھی عیسائی دنیا کو جنگ جاری رکھنے کیلئے وسائل فراہم کرنے والے اور قرضہ دینے والے بھی ٹمپلر نائٹس ہی تھے۔



بازنطینی سلطنت کا نقشہ



ٹمپلر نائٹس یا ٹیوٹا نک نائٹس کہ جو عیسائی بنے ہوئے تھے، دراصل یہودی تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کی نفرت کی آگ میں مزید ایندھن ڈالنے کا کام کیا۔ ان کے دو بڑے مقاصد تھے، پہلا مقصد یہ کہ عیسائیوں کی مدد سے بیت المقدس کو آزاد کروایا جائے اور یہاں پر ایک یہودی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے۔ دوسرا یہ کہ اس جنگ و جدل کے نتیجے میں یورپی بادشاہوں سے پیسے وصول کیے جائیں اور لوٹ مار کے ذریعے جو رقم بھی حاصل ہو، وہ یورپ کو سود پر قرض دی جائے تا کہ ان کو اپنا غلام بنایا جا سکے۔ یورپ میں بینکاری کا نظام ٹمپلر، ہاسپٹلر اور ٹیوٹا نک نائٹس نے ہی شروع کیا۔ صلیبی جنگوں کے دوران چونکہ عیسائی دنیا کو ان نائٹس کی ضرورت تھی، لہذا یورپی بادشاہ ان کو برداشت کرتے رہے اور ان کے مقروض ہوتے رہے۔ صلیبی جنگوں کے بعد ۱۳۱۲ء میں کہ جب پورا یورپ اور خود یورپی بادشاہ بری طرح ان کے مقروض ہو گئے اور ان ٹمپلرز نے بے انتہا دولت اکٹھی کر لی، تو یہی دولت بعد میں ان کی تباہی و بربادی کا باعث بھی بنی۔ ٹمپلر نائٹس کو قرض لوٹانے کی بجائے یورپی بادشاہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ٹمپلر نائٹس کو ہی ختم کر دیا جائے اور ان کی تمام دولت پر قبضہ کر لیا جائے۔ قریباً ۱۳۱۲ء میں جب ان ٹمپلرز کو تباہ و برباد کیا گیا تو ان کے پاس نو سو سے زائد قلعے اور محل تھے، اور ان کے پاس موجود دولت سارے یورپی بادشاہوں کو امیر بنانے کیلئے کافی تھی۔

پرتگال، ٹمپلر نائٹس کا ایک قلعہ



اسپین، مسلمانوں کی شاندار تہذیب کا ایک عکس

آجکل جدید معاشی نظام میں جو طریقہ کار استعمال کیے جاتے ہیں، مثلاً سود پر قرض دینا، منی لانڈرنگ، جنگیں برپا کروانا، دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانا، ان سب کے پیچھے فری میسنز کا ہاتھ ہے کہ جو ان نائٹس کی نسل سے ہیں، کہ جنہوں نے صلیبی جنگوں میں عیسائی دنیا کو استعمال کیا اور انکو اپنا مقروض بنایا۔ آج بھی اسرائیل کے یہودی پورے یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں جھونک کر مقروض کر رہے ہیں اور اسرائیل کی ریاست کو مزید پھیلانے کی سازش میں مصروف ہیں۔

....

تقریباً ڈھائی سو سال تک جاری رہنے والے اس تصادم سے یورپ نے بہت فوائد بھی حاصل کیے۔ تاریکی میں مقید یورپ کی جاہل تہذیب میں مسلمانوں کی اعلیٰ تہذیب نے جان ڈال دی۔ یورپی عیسائی، مسلمانوں کی شاندار تہذیب و تمدن، انتظامیہ، تعلیم گاہوں، تعلیمی نظام اور ہسپتالوں سے بہت متاثر ہوئے، کہ جس نے بعد میں یورپ میں نشاۃ ثانیہ کے دور کے آغاز میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ۱۴۹۲ء میں اسپین پر قبضے کے بعد جب مسلمانوں کا عظیم علمی ورثہ بھی عیسائیوں کے ہاتھوں میں چلا گیا، تو اس کے مطالعے نے یورپی فکر میں وہ انقلاب برپا کیا کہ جس کے اثرات آج تک نظر آتے ہیں۔ پہلی صلیبی جنگ وہ پہلا موقع تھا کہ جب یورپ کے بادشاہوں اور عوام نے اسلامی تہذیب کو اتنے قریب سے دیکھا تھا۔



اس دور میں اسپین سے لے کر وسطی ایشیا تک مسلمان سپر پاور کی حیثیت رکھتے تھے۔مسلمان ریاستیں ہی تہذیب وتمدن کا مرکز تھیں۔ تمام جدید علوم مثلاً صنعت وحرفت، سائنس وٹیکنالوجی، انجینئرنگ، ریاضی، جغرافیہ، اور علم فلکیات مسلمانوں کے مراکز یعنی بغداد، دمشق اور اندلسیہ میں پڑھائے جاتے تھے۔یورپیوں کو صلیبی جنگوں کی بدولت ان جدید علوم سے واقفیت حاصل ہوئی۔لیکن دوسو سال کی طویل مہم جوئی کے بعد بھی یورپ کے لوگ اپنا وہ ہدف حاصل نہ کر سکے کہ جو وہ چاہتے تھے۔عیسائی یورپ لبنان کے ساحل، فلسطین اور دمشق کے چند قلعوں کے علاوہ مسلمانوں کے مرکزی علاقوں تک نہ پہنچ سکا، گو کہ مسلمان ان جنگوں کے دوران افراتفری کا شکار تھے۔خلافت عباسیہ کمزور ہو چکی تھی۔مصر میں خلافت فاطمیہ، خلافت عباسیہ کے ساتھ باہم دست وگریباں تھی۔اسپین میں مسلمان زوال پذیر تھے اور یوسف بن تاشفینؒ کو جا کر انکو سنبھالا دینا پڑا تھا۔نتیجتاً مسلمان امت کے دفاع کی ذمہ داری ان سلجوق، ترک اور کرد سلاطین پر آ پڑی تھی کہ جو خلافت عباسیہ کے تحت مختلف علاقوں میں اپنی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں بنائے ہوئے تھے۔اللہ نے انہی کی تلواروں سے مسلمانوں کی حفاظت بھی کی اور امت مسلمہ کی آبرو بھی قائم رکھی۔

....


حسن بن صباح

اسکے علاوہ مسلمانوں کو اپنی صفوں میں بھی ایک بہت بڑے فتنے کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔مسلمانوں میں ایک باطنی اور خارجی فرقہ پیدا ہوا کہ جس کو تاریخ میں ''حشیشین''(Assasins) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اس فرقے کی بنیاد ایک اسماعیلی حسن بن صباح نے رکھی، کہ جس کو ''شیخ الجبل'' (Old Man of the Mountain) بھی کہا جاتا ہے۔اس زمانے میں حشیشین نے مصر سے نکل کر عراق میں اپنے خفیہ مراکز بنا لیے تھے اور اس نازک وقت میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے کہ جب مسلمانوں کو صلیبی یلغار کا بھی سامنا تھا۔مسلمان امت دو طرف سے نرغے میں آ چکی تھی۔داخلی طور پر خوارج کا فتنہ تھا اور خارجی طور پر یہودی اور عیسائی صیہونی مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہے تھے۔آج ایک ہزار سال کے بعد بھی مسلمانوں کو اسی طرح دو طرفہ فتنوں کا سامنا ہے۔ایک طرف نیٹو، بھارت، امریکہ اور مغربی قوتیں



حشیشین فرقے کا ایک دہشت گرد



مسلمانوں پر حملہ کر رہی ہیں، تو دوسری جانب مسلمانوں کی صفوں کے اندر ہی خوارج کے ایسے گروہ تیار کر لیے گئے ہیں کہ جو مسلمانوں کی پشت میں خنجر گھونپ رہے ہیں۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صلیبیوں اور حشیشین نے آپس میں مسلمانوں کے خلاف اتحاد کر لیا تھا اور اجتماعی جنگ برپا کرنے کیلئے انہوں نے ایک دوسرے سے تعاون بھی کیا۔ کئی مواقع ایسے بھی آئے کہ مفادات کیلئے صلیبیوں اور حشیشین کا آپس میں بھی ٹکراؤ ہوا، لیکن زیادہ تر وہ مسلمانوں کے خلاف ایک دوسرے کے اتحادی ہی رہے، اگرچہ ظاہری طور پر انہوں نے خود کو ایک دوسرے کا دشمن ہی ظاہر کیے رکھا۔

....



پیٹر دی ہرمٹ

پہلی صلیبی جنگ کی تیاری ۱۰۹۵ ء میں کی گئی، مگر آج تاریخ ایک ہزار سال قبل پیش آنے والے واقعات کو ایک بار پھر سے رونما ہوتے دیکھ رہی ہے۔ زمانہ تبدیل ہو گیا ہے، ٹیکنالوجی جدید ہو گئی ہے، لیکن انسان کی فطرت اور اس کی ذہنیت وہی ہے کہ جو ایک ہزار سال قبل تھی۔ اس زمانے میں بھی امت مسلمہ باہم دست و گریباں اور فرقہ بندی کا شکار تھی۔ کوئی شیرازہ بندی کرنے والا نہیں تھا۔ کوئی ایسا مرکزی راہنما نہیں تھا کہ جو مسلمانوں کو متحد کر سکتا۔ ایسے خطرناک اور نازک وقت میں مسلمانوں کی حفاظت کرنے کیلئے فوجی قیادت سامنے آئی، یعنی ملٹری کمانڈر، جرنیل اور وہ تمام جنگجو قبائل کہ جو اپنی اپنی آزاد سلطنتیں رکھتے تھے۔ اللہ نے ان کے وجود میں ایمان، دین کی حرمت، عزت و

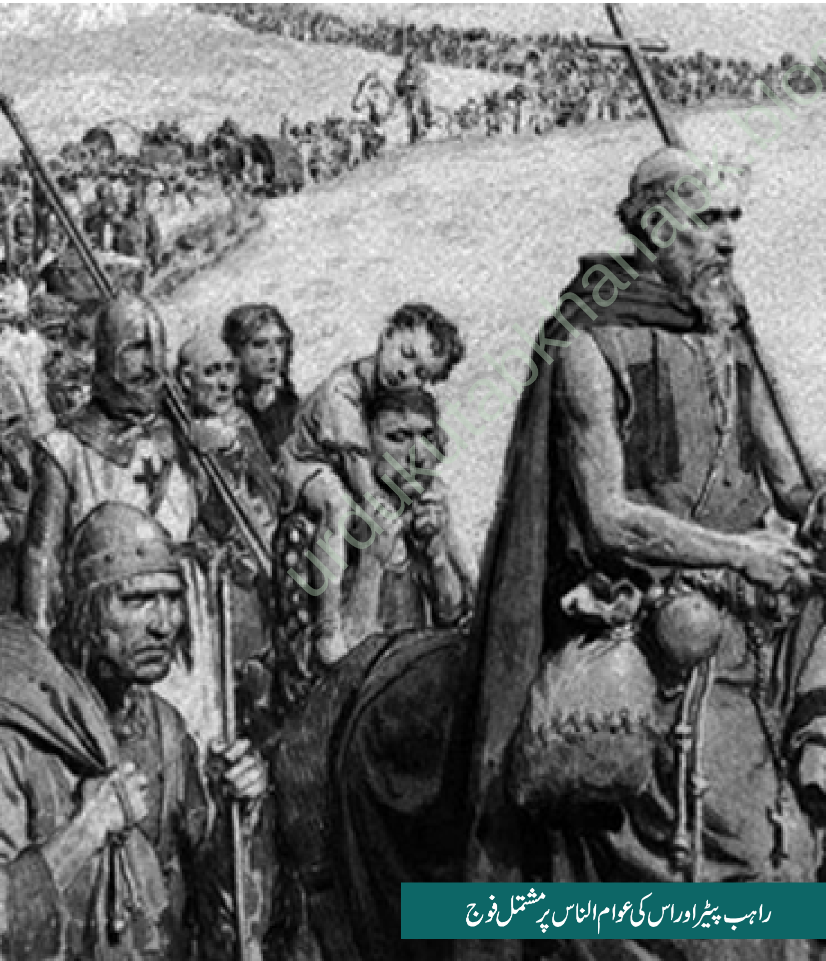

Crusaders' routes to Holy Land
Extent of Seljuk Turks
Byzantine Empire in 1097
Battle
N
W
E
S
North Sea
Baltic Sea
ENGLAND
ATLANTIC OCEAN
Rhine R.
Cologne
Paris
Metz
Mainz
Worms
Speyer
Chartres
GERMANY
POLAND
BOHEMIA
RUSSIA
Kiev
Dnieper R.
FRANCE
Clermont
HUNGARY
Leon
Castile
Provence
ITALY
Adriatic Sea
Danube R.
BULGARIA
SERBIA
BYZANTINE EMPIRE
Black Sea
Constantinople
Manzikert 1071
Corsica
Sardinia
Brindisi
Aegean Sea
ASIA MINOR
Almoravids
Sicily
Antioch 1098
Baghdad
Cyprus
Crete
Mediterranean Sea
Jerusalem 1099
0 200 400 miles
0 200 400 kilometers
Fatimids



غیرت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی، لہذا وہ امت مسلمہ کی حفاظت کیلئے سینہ سپر ہو گئے، اس بات کے باوجود کہ مسلمانوں کا مرکز یعنی خلافت عباسیہ انتہائی کمزور ہو چکی تھی۔

دو سو سال پر محیط ان صلیبی جنگوں میں قوم نے اپنے بہترین ہیرے پیدا کیے۔ ایسے شاندار جرنیل اور سپہ سالار کہ دشمن بھی ان کی تعریف کرنے پر مجبور ہو گیا اور جو اس صلیبی طوفان کے سامنے آہنی چٹانیں بن کر کھڑے ہو گئے۔ سب سے پہلے جو صلیبی فوج قسطنطنیہ پار کر کے مشرقی حصے میں پہنچی، اس کی قیادت راہب پیٹر کر رہا تھا اور اس کی فوج تقریباً چالیس ہزار عوام الناس پر مشتمل تھی۔ جیسے کہ بتایا جا چکا ہے کہ یہ باقاعدہ فوجی نہیں بلکہ عام شہری تھے، کہ جنہیں بھڑکا کر لڑنے پر آمادہ کیا گیا تھا۔ اس لشکر نے مشرقی ساحل کو اپنا مرکز بنایا اور وہیں اس کا مقابلہ سلجوق سلطان کی فوجوں سے ہوا۔ مسلمان فوجوں نے اس پوری عیسائی فوج کو اس بری طرح قتل کیا کہ یہ تمام فوج ایک قدم آگے بڑھانے سے پہلے ہی تباہ و برباد ہو گئی۔ راہب پیٹر بڑی مشکل سے جان بچا کر واپس قسطنطنیہ پہنچ سکا۔

۱۰۹۵ء میں ہونیوالا صلیبی جنگوں کا آغاز ہی عیسائیوں کیلئے ایک بہت برا شگون ثابت ہوا۔ سلجوق سلطان نے ان کے ہر اول دستے کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ لیکن ساتھ ہی اس سے ایک کوتاہی بھی سرزد ہوئی۔ وہ یہ سمجھے کہ انہوں نے اصل صلیبی فوج کو تباہ کر دیا ہے اور اب مزید فوج نہیں آئے گی اور اگر آ بھی گئی تو وہ ایسی ہی فوج ہو گی۔ ان کو بالکل اندازہ نہیں ہوا کہ پیچھے باقاعدہ فوج بھی آ رہی ہے کہ جس کی قیادت یورپی بادشاہ خود کر رہے ہیں۔ سیاسی قیادت کے کمزور ہونے اور مضبوط جنگی قیادت کے نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں نے اس ممکنہ خطرے کا ادراک ہی نہ کیا کہ جو آندھی اور طوفان کی صورت میں یورپ سے ہوتا ہوا قسطنطنیہ



راہب پیٹر اور اس کی عوام الناس پر مشتمل فوج

کے راستے بیت المقدس شریف کی طرف بڑھ رہا تھا۔ صلیبی فوجیں بڑی تعداد میں قسطنطنیہ کے راستے موجودہ ترکی میں داخل ہوئیں اور مسلمانوں کی باہمی چپقلشوں اور طوائف الملو کی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شام کے راستے بیت المقدس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔ اس کے بعد جو کچھ بیت المقدس میں ہوا وہ اس قدر دہشت ناک داستان ہے کہ یورپی مورخ خود بھی اس کو بیان کرتے ہوئے شرمندہ ہوجاتے ہیں۔

صرف ایک ہفتے میں ایک لاکھ مسلمان بیت المقدس شریف میں ذبح کیے گئے۔ مسجد اقصیٰ میں دس ہزار مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا۔ جب یورپی بادشاہ کو فتح کی اطلاع دی گئی تو خط میں یہ تحریر کیا گیا کہ مسلمانوں کا خون ہمارے گھوڑوں کے گھٹنوں تک آ پہنچا ہے۔ مسجد عمر، کہ جہاں حضرت عمرؓ نے بیت المقدس فتح کرنے کے بعد پہلی نماز ادا کی تھی، میں مسلمانوں کی لاشوں کے ٹکڑوں اور جمے ہوئے خون کی وجہ سے طویل عرصے تک کوئی داخل نہ ہوسکا۔ مسلمان بچوں کو ٹانگوں سے پکڑ کر دیواروں پر پٹخا جاتا۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو بڑی بڑی عمارتوں کے برجوں سے نیچے گرایا جاتا یا آگ میں زندہ جلا دیا جاتا۔ دنیا کا کوئی ایسا ظلم نہیں تھا کہ جو ان صلیبیوں نے عیسائیت کے نام پر مسلمانوں سے روا نہ رکھا ہو۔ مسلمانوں کے گروہوں کو کمروں میں بند کر کے آگ لگا دی جاتی۔ یعنی ظلم و جبر بھی یہاں ایک چھوٹا لفظ ہے، یہ درندگی کا وہ شیطانی کھیل تھا کہ جو پوپ کے حکم اور اجازت سے برپا کیا جا رہا تھا۔

بیت المقدس شریف کا قبضہ کھودینے کے بعد پوری امت مسلمہ میں شدید غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ اب مسلمانوں کو پہلی دفعہ یہ احساس ہوا کہ عیسائی ایک حقیقی خطرہ بن کر انکے گھروں میں داخل ہو چکے ہیں۔ پوری مسلمان دنیا میں اعلان جہاد کیا گیا اور مجاہدین کے دستے تیار ہونے لگے۔ مودودؒ، عمادالدین زنگیؒ، نورالدین زنگیؒ، اسدالدین شیرکوہؒ اور آخر میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ، امت مسلمہ کی آبرو کی حفاظت کیلئے میدانِ جنگ میں اترے اور صدیوں تک صلیبیوں کے لیے دہشت کی علامت بن گئے۔

سیاسی قیادت کے فقدان کے باعث فوجی قیادت بھی متاثر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں کوئی بھی مسلمان جرنیل اور کمانڈر ایسا نہ تھا کہ جو تنہا صلیبیوں کا مقابلہ کرسکتا۔ مسلمانوں کے اندر دہشت گرد فرقے پیدا ہو چکے تھے، یعنی حشیشین۔ یہ فرقہ سیاسی قیادت کو خنجر کی نوک پر قتل کر رہا تھا۔ دکھ اور مصیبت کی اس گھڑی میں اگر مسلمانوں پر اللہ کی طرف سے خاص تائید و رحمت نازل نہ ہوتی، تو امت مسلمہ کبھی بھی اس صلیبی طوفان کا مقابلہ نہ کر پاتی۔

اس زمانے میں جنگیں بنیادی طور پر قلعوں کے آس پاس ہوا کرتی تھیں۔ ہر شہر کا ایک قلعہ ہوتا تھا اور قلعے کی فصیل کے اندر اور باہر محافظین کی ایک جماعت موجود ہوتی۔ جب کسی شہر کو فتح کرنا ہوتا تو پہلے اس کا محاصرہ کرلیا جاتا اور پھر اس کی سپلائی لائن یا رسد کاٹ دی جاتی۔ اس سے قلعے کے اندر موجود فوج کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا پڑتا، یا پھر وہ اندر بیٹھ کر ایک دفاعی جنگ لڑتی۔ دشمن کی فوج پر حملہ کرنے کا ایک آسان طریقہ کمین لگانا بھی تھا، کہ اگر دشمن کی فوجیں ایک قلعے سے دوسرے قلعے کے درمیان نقل و حرکت کر رہی ہوتیں تو ان کو



بیت المقدس شریف پر قبضے کے بعد صلیبیوں کے ہاتھوں مسلمان آبادی کا قتل عام

گوریلا جنگ کے ذریعے ہراساں کیا جاتا تھا اور دشمن کے پہلوؤں کی طرف سے حملہ کر کے اسے نقصان پہنچایا جاتا۔

۱۰۹۹ء میں بیت المقدس شریف پر قبضے کے بعد تقریباً دس سال تک مسلمان کوئی مربوط مزاحمت پیدا نہ کر سکے۔ تقریباً ۱۱۱۰ء میں سلجوق سلطانوں نے اپنا ایک گورنر موصل روانہ کیا کہ جن کا نام مودودؒ تھا۔ مودودؒ وہ پہلے گورنر تھے کہ جنھوں نے صلیبی فوجوں کے خلاف باقاعدہ مہم جوئی شروع کی، ایک لشکر منظّم کیا اور جوابی حملہ شروع کیا۔ مسلمان طویل عرصے سے اپنے ایسے ہی کسی جرنیل کا انتظار کر رہے تھے کہ جو براہ راست صلیبیوں سے متصادم ہو اور بیت المقدس شریف کو دوبارہ مسلمان سلطنت میں شامل کرے۔ مودودؒ نے صلیبیوں کو کئی جنگوں میں عبرتناک شکست دی۔ لہذا مسلمانوں کو یہ امید پیدا ہوگئی کہ اب وہ صلیبیوں کو شام اور فلسطین سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جلد ہی ایک دہشت گرد خارجی نے خنجر سے مودودؒ کو شہید کر دیا۔ صلیبیوں کے خلاف جنگ کے تھوڑے ہی عرصے بعد مودودؒ کی شہادت مسلمانوں کیلئے ایک ناقابل تلافی نقصان تھا۔

اب سلجوق لشکر سے ایک اور مجاہد سامنے آتا ہے، جس کی تربیت مودودؒ نے خود اپنے ہاتھوں سے کی تھی۔ اس کا نام عمادالدین زنگیؒ تھا۔ ۱۱۲۸ء میں عمادالدینؒ کو موصل کا گورنر مقرر کیا جاتا ہے اور ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہوتا ہے کہ صلیبیوں کے خلاف جنگ کا دوبارہ آغاز کرتے ہوئے، انہیں اپنے علاقوں سے نکال باہر کریں ۔ اگلے بیس سال تک عمادالدین زنگیؒ امت مسلمہ کی شمشیر بے نیام کی حیثیت سے مسلمانوں کی عزت و آبرو کا دفاع کرتے ہیں۔ یہ وہی عمادالدین زنگیؒ ہیں کہ جنکے فرزند کو تاریخ میں نورالدین زنگیؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ نے عمادالدین زنگیؒ کی شکل میں مسلمانوں کو ایک درویش و فقیر جرنیل تحفے میں عطا کیا۔ جس وقت عمادالدین زنگیؒ نے حکومت سنبھالی اس وقت شام و فلسطین میں تقریباً تمام قلعے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر صلیبیوں کے پاس جا چکے تھے۔ عماد





الدینؒ کو تین اطراف سے جنگ کا سامنا تھا۔ ایک طرف سے صلیبی آگے بڑھتے چلے آ رہے تھے اور دوسری جانب مسلمانوں کو اپنی صفوں کے اندر حشیشین جیسے دہشت گردوں کا سامنا تھا، کہ جن سے تمام مسلمان قیادت کو خطرہ لاحق تھا۔ تیسری طرف فاطمی خلافت اور وہ تمام ترک سلاطین تھے کہ جو اپنی سلطنت کو وسعت دینے کیلئے خلافت عباسیہ کے جرنیلوں سے حالت جنگ میں رہتے۔ حد تو یہ تھی کہ اس جنگ میں کئی مسلمان سردار خود صلیبیوں سے مدد لے کر مسلمانوں کے ہی خلاف جنگ کرتے۔ اسی طرح ۱۱۴۰ء میں عماد الدین زنگیؒ کے خلاف دمشق کے مملوک حکمرانوں نے صلیبیوں سے مدد طلب کی۔ چنانچہ عماد الدین زنگیؒ کو صلیبیوں اور مملوکوں کی مشترکہ فوج کے ساتھ جنگ کرنا پڑی۔ مگر ان تمام مشکلات کے باوجود عماد الدینؒ صلیبیوں کو پے در پے شکستیں دیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ اساریب کے مقام پر صلیبیوں کو اس قدر عبرتناک شکست دی گئی کہ صلیبی فوج کی ہڈیاں ساٹھ سال تک اساریب کے مقام پر نشان عبرت کے طور پر پڑی رہیں۔

۱۱۴۴ء میں عماد الدین زنگیؒ نے الروحہ کے قلعے کو فتح کر لیا۔ پچھلے پچاس سال میں یہ پہلا قلعہ تھا کہ جو مسلمانوں نے صلیبیوں سے چھینا تھا۔ یہ محض آغاز تھا مسلمانوں کی جنگی کامیابیوں کا! پھر مسلمان پے در پے جنگوں میں صلیبیوں کو مسلمان علاقوں سے باہر نکالنے لگے۔ عیسائی نائٹس میں عماد الدین زنگیؒ کی شہرت ان کی غیر معمولی دلیری کی وجہ سے تھی۔ طبریہ پر حملے کے دوران عماد الدین زنگیؒ مخالف لشکروں کو چیرتے ہوئے، طبریہ کے مرکزی دروازے پر پہنچ گئے اور وہاں اپنا نیزہ گاڑا اور اسی طرح ان کے لشکر میں سے ہوتے ہوئے واپس اپنی صفوں میں پہنچ گئے۔ عماد الدین زنگیؒ کی اس جرأت اور دلیری نے پورے عیسائی لشکر کو دہشت میں مبتلا کر دیا۔ انہوں نے عماد الدین زنگیؒ سے جان چھڑوانے کیلئے ایک سازش تیار کی۔ اس مقصد کیلئے ایک ترک غلام کو پیسے دے کر اس بات پر راضی کر لیا گیا کہ وہ عماد الدین زنگیؒ کو شہید کرے گا۔ اس طرح ۱۱۴۶ء کے آس پاس عماد الدینؒ کو بھی شہید کروا دیا گیا۔

....

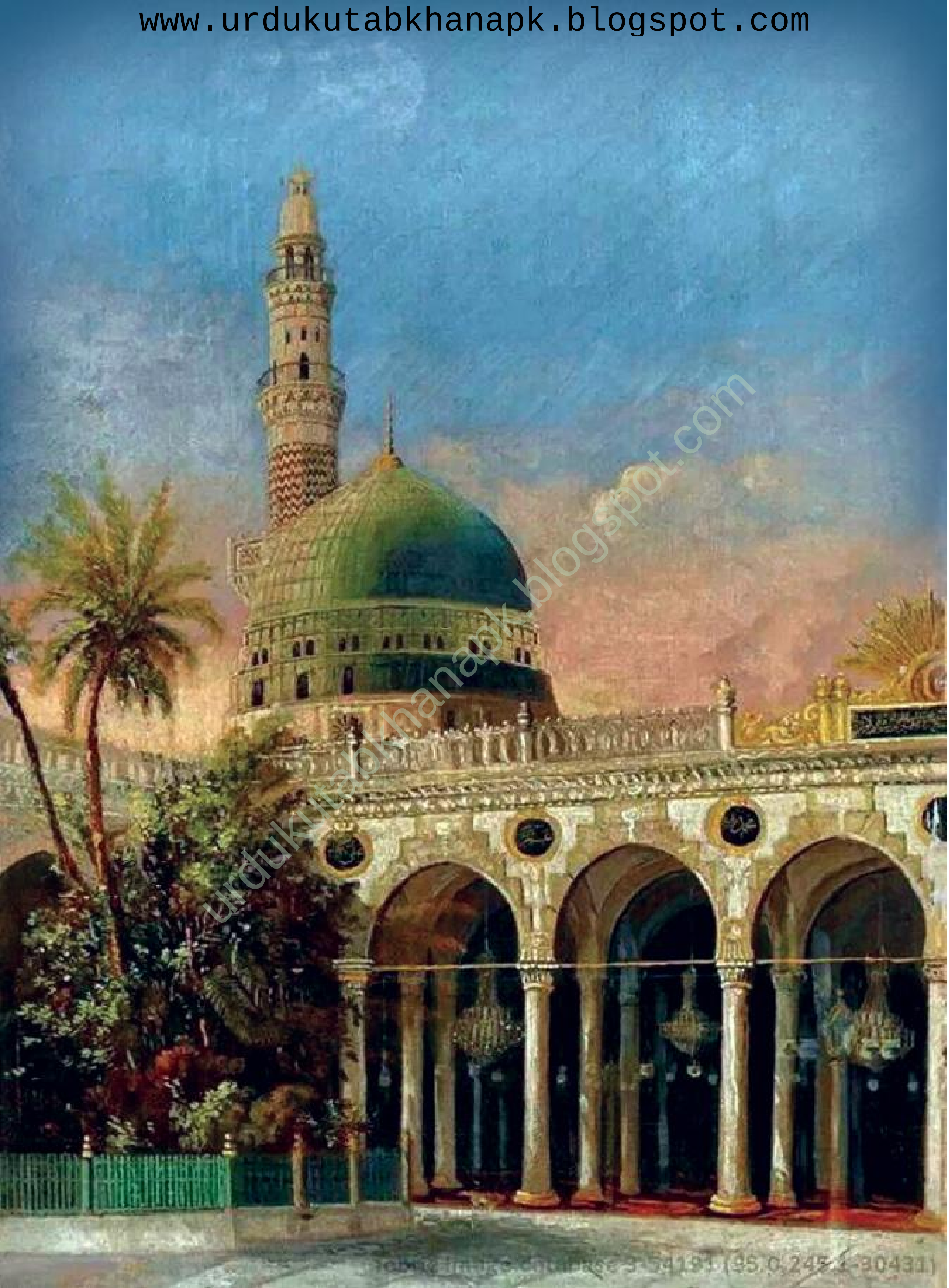
عماد الدینؒ نے شام میں جب بعلبک کا قلعہ فتح کیا تو وہاں نجم الدین ایوبؒ کو گورنر مقرر کیا تھا۔ نجم الدین ایوبؒ کے ہی جلیل القدر بیٹے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ تھے کہ جو اس سعادت مند فوج کے سپہ سالار تھے کہ جس نے بالآخر بیت المقدس شریف کو دوبارہ فتح کیا۔ عماد الدینؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے عربوں اور ترکوں کو متحد کیا اور صلیبیوں کے خلاف باقاعدہ ایک فوج کشی کا آغاز کیا۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اپنے جرنیلوں کی ایک ایسی کھیپ تیار کی کہ جس نے آنے والے وقتوں میں امت مسلمہ کی حفاظت کیلئے تلوار بلند کی۔

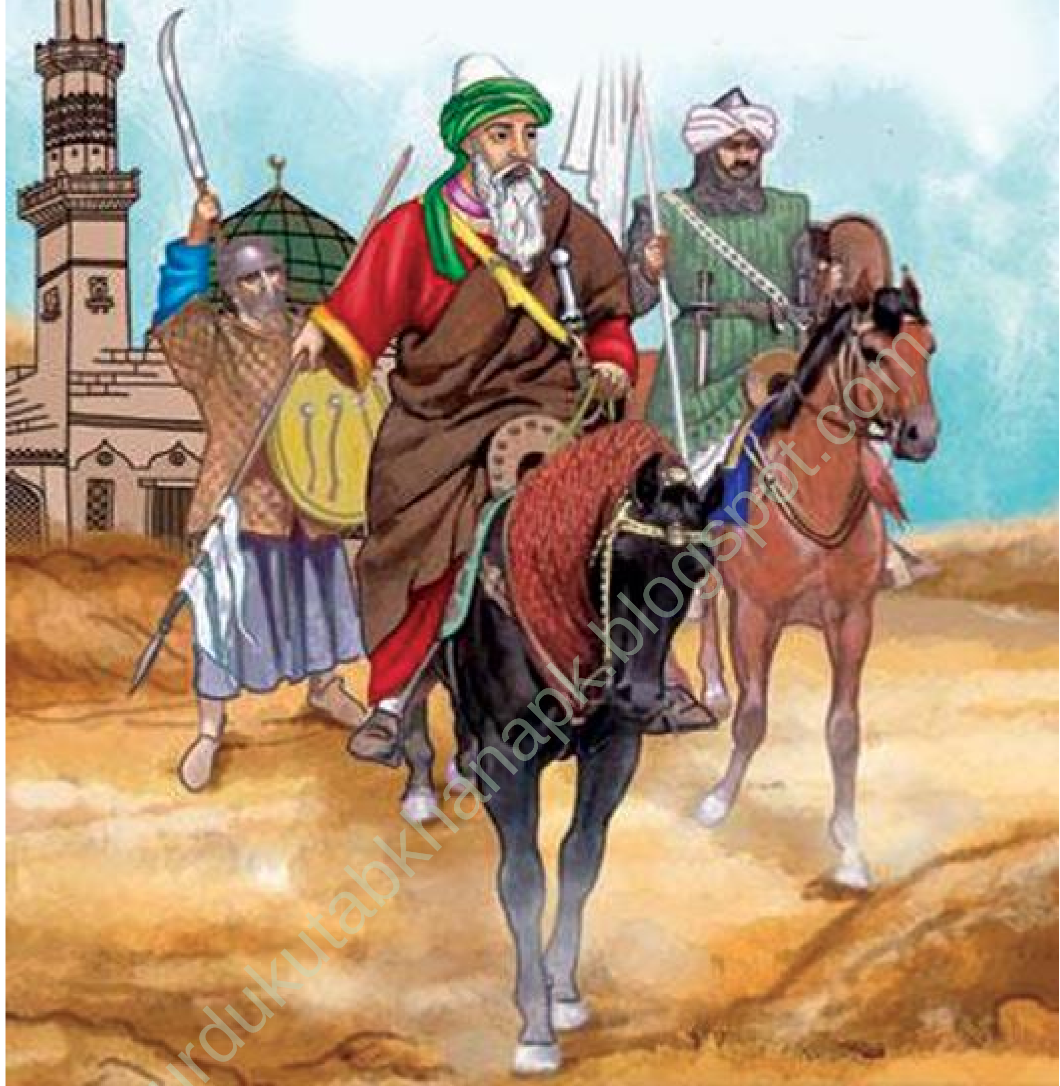
۱۱۴۶ء میں نور الدین زنگیؒ اپنے والد عماد الدین زنگیؒ کی جگہ زنگی سلطنت کے تخت پر بیٹھتے ہیں اور ان کے اس مشن کو جاری رکھتے ہیں کہ جو انکے شہید باپ نے شروع کیا تھا۔ نور الدین زنگیؒ امت مسلمہ کے درویش، متقی اور ایک ولی اللہ سپہ سالار تھے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ نور

الدین زنگیؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد امت مسلمہ کے متقی ترین سربراہ تھے۔ انکا حضورﷺ سے اتنا گہرا روحانی تعلق تھا کہ جس کی صرف ایک مثال آج تک امت مسلمہ کیلئے مشعل راہ بنی ہوئی ہے۔

نورالدین زنگیؒ ہی وہ خوش نصیب ترین سپہ سالار ہیں کہ جنہوں نے اس دور میں ایک خواب دیکھا کہ جس میں حضورﷺ تشریف لاتے ہیں اور نورالدین زنگیؒ کو حکم دیتے ہیں کہ مدینے کا سفر کرو، وہاں پر دو صلیبی مجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ اس خواب کو دیکھ کر نورالدین زنگیؒ بہت بے چین ہو جاتے ہیں اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔ علماء سے پوچھتے ہیں کہ اس کی تفسیر بیان کی جائے۔ پھر مسلسل کئی مرتبہ آپ کو حضورﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے اور یہی حکم دہرایا جاتا ہے اور ساتھ ہی شکلیں بھی دکھائی جاتی ہیں کہ یہ وہ صلیبی ہیں کہ جو مدینے میں حضورﷺ کو اذیت پہنچا رہے ہیں۔ علماء بھی یہی مشورہ دیتے ہیں کہ یقیناً مدینے میں کوئی مصیبت آن پڑی ہے، آپ سفر کیجیے اور مدینہ پہنچیں۔ حضورﷺ کی اس بشارت اور حکم کے مطابق نورالدین زنگیؒ ایک دستے کو لے کر بڑی تیزی سے مدینے کی جانب سفر کرتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ دمشق سے مدینہ تک کا سفر لگ بھگ ۲۵ دن کا تھا، لیکن نورالدین زنگیؒ اس سفر کو ۱۶ دنوں میں ہی طے کرکے آندھی اور طوفان کی طرح مدینہ جا پہنچتے ہیں۔ مدینہ پہنچ کر آپ والیء مدینہ سے ملاقات کرتے ہیں اور پھر تمام اہل مدینہ کو کھانے پر مدعو کیا جاتا ہے۔ اس دعوت میں سلطان زنگیؒ ان شکلوں کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو آپ کو خواب میں دکھائی گئی تھیں۔ جب وہ دونوں شکلیں وہاں موجود لوگوں سے نہیں ملتیں تو آپ سخت بے چین ہو جاتے ہیں اور والیء مدینہ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا کوئی شخص رہ گیا ہے کہ جو ہماری دعوت میں نہ آیا ہو؟ والی جواب دیتا ہے کہ صرف دو مسلمان متقی ایسے ہیں کہ جو مسجد نبوی شریف سے کچھ فاصلے پر ایک مکان میں رہتے ہیں۔ وہ نہ تو کبھی باہر نکلتے ہیں اور نہ ہی کسی سے ملتے ہیں اور ہر وقت اپنی عبادت میں ہی مشغول رہتے ہیں۔ سلطان نورالدین زنگیؒ نے ان دونوں کو اپنے پاس بلوایا اور جب ان کی شکلیں دیکھیں، تو دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہ وہی چہرے ہیں کہ جو ان کو خواب میں حضورﷺ کی طرف سے دکھائے گئے تھے۔ ان دونوں افراد کو وہیں ٹھہرا کر آپ ان کے گھر جاتے ہیں اور جب تلاشی لی جاتی ہے تو ایک سرنگ نظر آتی ہے کہ جو حضورﷺ کے روضہء مبارک کی طرف جارہی تھی۔ اس سرنگ میں داخل ہو کر نورالدین زنگیؒ پہچان لیتے ہیں کہ یہ سرنگ روضہ مبارک کی بے حرمتی کے لیے کھودی گئی ہے۔ نورالدین زنگیؒ جلال میں آکر ان دونوں سے سوال کرتے ہیں کہ بتاؤ تمہارا مقصد کیا تھا؟ اس پر وہ دونوں صلیبی (راہب) اپنی اصلیت ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم اصل میں عیسائی ہیں اور ہمارے بادشاہ نے ہم دونوں کو اس ذمہ داری کے ساتھ بھیجا تھا کہ حضورﷺ کے روضہ مبارک تک سرنگ کھود کر جسد پاک صلیبیوں کے پاس پہنچا دیا جائے۔ اس ناپاک جسارت کا سن کر ہی سلطان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ آپ جلال میں آتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے ان دونوں صلیبیوں کو ذبح کرکے ان دونوں کی لاشوں کو آگ میں جلانے کا حکم دیتے ہیں۔

اس کے بعد آپ حکم دیتے ہیں کہ روضہء مبارک کے چاروں اطراف اتنی گہری خندق کھودی جائے کہ زمین سے پانی نکل آئے اور اس خندق کو سیسے اور لوہے سے بھر دیا جائے تاکہ قیامت تک آئندہ کوئی ایسی ناپاک جسارت نہ کر سکے۔ وہ خندق اور اس میں بھرا ہوا وہ

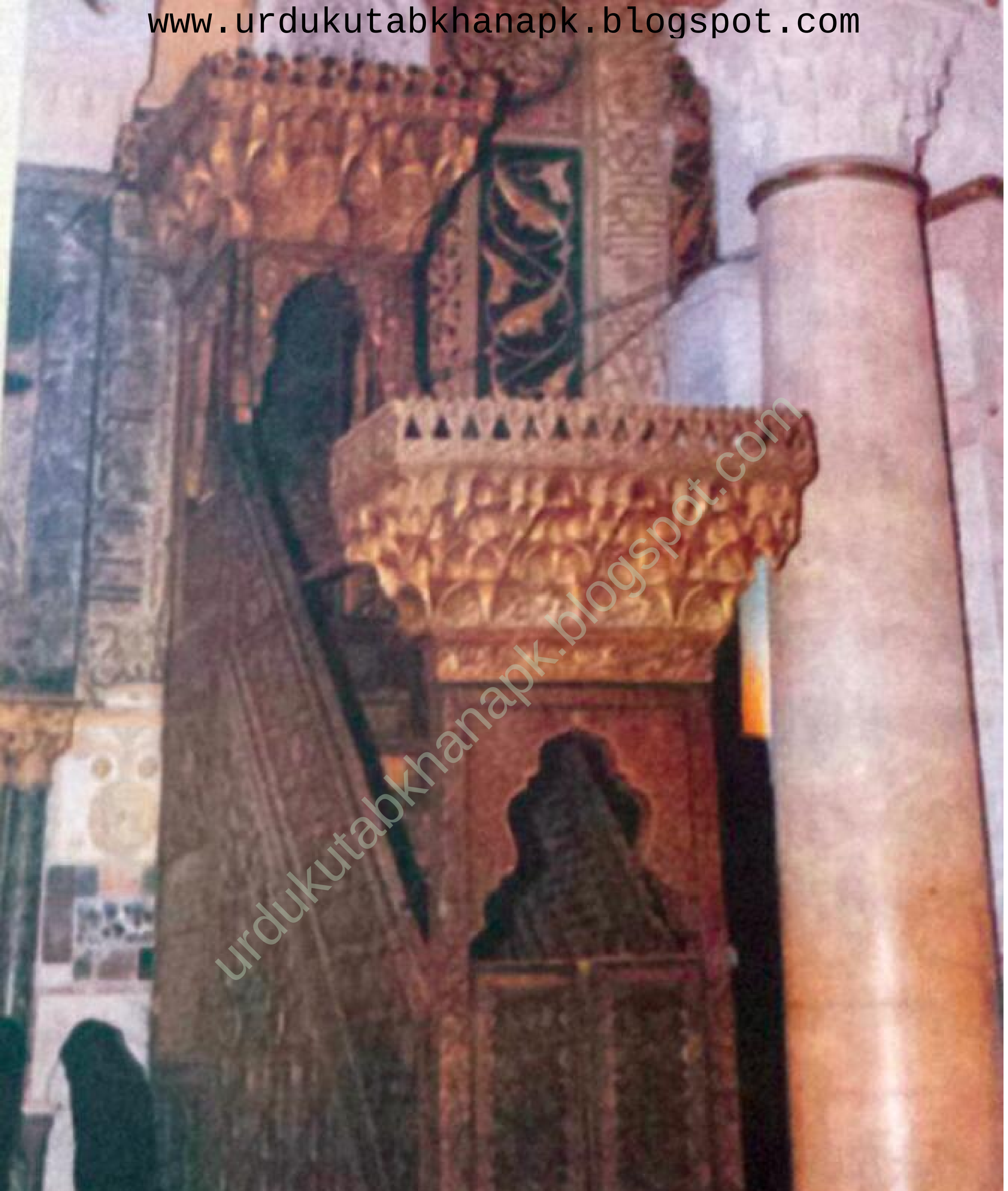




سلطان نور الدین زنگیؒ مدینہ کی مہم سے لوٹتے ہوئے

سیسہ آج تک مسجد نبوی شریف میں روضہ ء پاک کے گرد موجود ہے اور ایک ہزار سال گزرنے کے باوجود اس جلیل القدر انسان کے عشق رسول ﷺ اور اس کی دینی غیرت کی گواہی ہے۔ ساتھ ہی سلطانؒ نے روضہ ء پاک کے قریب ایک چبوترہ بنوا کر وہاں پر مستقل سپاہیوں کا پہرہ کھڑا کر دیا۔ صدیوں تک اس چبوترے پر سپاہی روضہ ء پاک کی حفاظت کیلئے پہرا دیتے رہے۔ آج کے دور میں وہ سپاہی تو وہاں نہیں ہیں لیکن بی بی فاطمہؓ کے حجرے کے پاس بنا ہوا وہ چبوترہ آج بھی قائم ہے اور مسجد نبوی میں حاضری دینے والے مسلمان اس پر نماز پڑھتے ہیں۔

اس واقعے کے بعد طویل عرصے تک نور الدین زنگیؒ مدینے کی گلیوں میں روتے پھرتے اور اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتے کہ حضور ﷺ نے



سلطان نورالدین زنگیؒ کا بنوایا ہوا منبر کہ جو سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس شریف کی فتح کے بعد مسجد اقصیٰ میں نصب کروایا۔

نوسوسال تک یہ منبر مسجد اقصیٰ میں نصب رہا۔۱۹۶۹ء میں کہ جب بیت المقدس شریف یہودیوں کے قبضے میں چلا گیا تو ان ظالموں نے اس منبر شریف کو آگ لگا کر شہید کر دیا۔اب یہ منبر وہاں موجود نہیں ہے۔

پوری دنیا سے اس خدمت کیلئے ان کو منتخب کیا۔ یہ نورالدین زنگیؒ کی غیر معمولی روحانی قوت، حضورﷺ سے عشق اور ان کی درویشی کی اتنی بڑی دلیل ہے کہ جس کی مثال تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔ اللہ کی یہ تلوار کہ جس پر حضورﷺ کی خاص نگاہ تھی، جب بے نیام ہوئی تو اگلے بیس سال صلیبیوں کے خلاف برسرِ پیکار رہی، اور مسلمان امت وملت کی آبرو کا دفاع کرتی رہی۔

....


فرانس کا بادشاہ لوئی دوئم

سلطان نورالدین زنگیؒ بھی بیت المقدس کو عیسائیوں سے آزاد نہ کرا سکے۔ ۱۱۴۵ء میں یورپ میں ایک مرتبہ پھر دوسری صلیبی جنگ کی آگ بھڑکا دی جاتی ہے اور پوپ بذاتِ خود تمام یورپی بادشاہوں کو خطوط لکھ کر ان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ آئیں اور صلیبی جنگ کا علم اپنے ہاتھ میں لیں۔ جرمنی اور فرانس کے بادشاہ کانریڈ اور لوئی اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ اس صلیبی جنگ کی قیادت پر راضی ہوجاتے ہیں اور اس کے بعد کئی چھوٹے چھوٹے بادشاہ اور نواب بھی اس لشکر میں شامل ہوتے ہیں اور قسطنطنیہ کی جانب پیش قدمی کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نو لاکھ کا لشکر تھا۔ جب یہ لشکر قسطنطنیہ کے آس پاس پہنچتا ہے تو اتنی تباہی مچاتا ہے کہ خود قسطنطنیہ کے لوگ اس سے پناہ مانگنے لگتے ہیں۔ بازنطینی سلطنت ان سے درخواست کرتی ہے کہ یہ جلد از جلد ایشیائے کوچک میں داخل ہوجائیں اور فلسطین کی طرف اپنا سفر جاری رکھیں۔ سلطان مسعود سلجوقؒ کہ جو الپ ارسلانؒ کی اولاد میں سے تھے، اس صلیبی لشکر کو روکنے کیلئے دیوارِ چین بن کر کھڑے ہوگئے۔ اس وقت مسلم دنیا کی صورتحال یہ تھی کہ ایشیائے کوچک اور اناطولیہ میں سلجوق حکمران تھے اور بغداد اور دمشق کی طرف زنگی حکومت قائم ہوچکی تھی۔ یہ دونوں ترک قومیں تھیں اور دونوں ہی امت مسلمہ کے دفاع میں اپنی تلواریں بے نیام کرچکی تھیں۔ سلجوق قسطنطنیہ آنے والے تمام راستوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور صلیبی فوج کو ان علاقوں سے گزرنے کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔

نو لاکھ کا جمِ غفیر جب اناطولیہ کے علاقے میں پہنچا تو سلطان مسعود سلجوقؒ بھوکے شیروں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے۔ اس قدر کشت وخون ہوا کہ نو لاکھ کے لشکر میں سے تقریباً چھ لاکھ صلیبی صرف اناطولیہ ہی میں کاٹ دیئے گئے۔ کانریڈ اور لوئی کے لشکروں کا اس قدر جانی ومالی



دوسری صلیبی جنگ کا نقشہ

نقصان ہوا کہ اس کے بعد ان کی ہمت اور حوصلہ ہی جواب دے گیا اور وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر بیت المقدس شریف پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ یروشلم پہنچ کر یہ دونوں بڑے بادشاہ آپس میں گلے لگ کر دھاڑیں مار مار کر روئے اور اپنی فوجوں کی تباہی پر ماتم کیا۔

....

دوسری صلیبی جنگ کی ایک بات جو بہت اہم ہے وہ یہ کہ اس جنگ کو شروع کرنے سے پہلے اس کا کوئی ہدف طے نہیں کیا گیا تھا۔ پہلی

CAMİNİN KUZEYİNDE SULTAN KILIÇARSLAN II.
TARAFINDAN YAPTIRILAN KLASİK SELÇUKLU TÜRBESİNİN
MİMARİ ABDULGAFFAR OĞLU YUSUF'DUR.
TÜRBE İÇERİSİNDE, ÇİNİLERLE SÜSLÜ 8 SANDUKA VARDIR.
ARAŞTIRMALARA GÖRE TÜRBEDE ŞU SULTANLARIN
MEDFUN OLDUĞU ANLAŞILMAKTADIR.

MEDFUN SELÇUKLU SULTANLARININ İSİMLERİ	VEFAT TARİHİ
1- SULTAN MES'UD I.	1156
2- KILIÇARSLAN II.	1192
3- RÜKNEDDİN SÜLEYMAN II.	1204
4- GIYASEDDİN KEYHÜSREV I.	1211
5- ALAADDİN KEYKUBAT I.	1237
6- GIYASEDDİN KEYHÜSREV II.	1246
7- KILIÇARSLAN IV.	1265
8- GIYASEDDİN KEYHÜSREV III.	1283

(BUNLARDAN BAŞKA KILIÇARSLAN I. OĞLU ŞEHİNŞAH'IN, KILIÇARSLAN II.NİN, İZZEDDİN KEYKAVUS II.NİN, KEYHÜSREV III.ÜN DE TÜRBEDE KRİPTO'DA MEDFUN BULUNDUĞU TARİH KİTAPLARINDA KAYITLIDIR. TÜRBE DAHİLİ KÜÇÜK OLDUĞUNDAN, BUNLARA AİT SANDUKALARIN KONMADIĞI ANLAŞILMAKTADIR.)



مصنف قونیہ (ترکی) میں سلجوق سلاطین کے مقبروں کے پاس



صلیبی جنگ کا مقصد تو یہ تھا کہ بیت المقدس شریف کو مسلمانوں سے آزاد کرایا جائے۔مگر دوسری صلیبی جنگ کی آگ تو بھڑکا دی گئی، لیکن اس نو لاکھ کے لشکر اور تمام بڑے بڑے جرنیلوں کے پاس کوئی واضح مقصد نہ تھا کہ کس پر حملہ کرنا ہے۔ جب اتنی بڑی مہم، اتنا خرچ اور اتنی بڑی فوج کو حرکت میں لایا جائے اور سامنے کوئی واضح ہدف بھی نہ ہو، تو بہت جلد ہی فوج میں مایوسی پھیل جاتی ہے۔ چنانچہ اپنی اپنی فوج کی اتنی تباہی کے بعد ان دونوں بادشاہوں کا بھی یہی حال تھا۔ مجبوراً صلیبیوں کی طرف سے یہ ارادہ کیا جاتا ہے کہ چونکہ اور کوئی ہدف نہیں ہے، لہٰذا دمشق پر ہی حملہ کر دیا جائے۔ جب دمشق پر حملہ کرنے کیلئے محاصرہ کر لیا جاتا ہے، تو سلطان نورالدین زنگیؒ کو اطلاع ہوتی ہے۔ وہ بجلی کی تیزی سے پہنچتے ہیں اور صلیبی فوج پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ دمشق پر اس وقت نورالدین زنگیؒ کے مخالف سردار کی حکومت تھی۔ اس کے باوجود جب صلیبیوں نے دمشق پر حملہ کیا تو نورالدین زنگیؒ صلیبیوں کی سرکوبی کیلئے وہاں پہنچ گئے۔ صلیبیوں پر ان کی اتنی دہشت تھی کہ صرف چار دن میں ہی وہ دمشق کا محاصرہ اٹھا کر واپس لوٹ گئے۔

اس طرح دوسری صلیبی جنگ یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ تاریخ میں اس سے زیادہ ناکام اور شرمناک شکست صلیبیوں کو کبھی نہیں ہوئی۔ صرف چار دن کی مہم کیلئے انہوں نے اپنے لاکھوں فوجی مروا ڈالے اور اپنے آپ کو ذلیل و خوار کیا اور بغیر کچھ حاصل کیے ہی واپس لوٹ گئے۔

....

اس زمانے میں جب مصر میں فاطمی خلافت بہت کمزور ہو گئی، تو صلیبی اس کی طرف بھی دیکھنے لگے۔ صلیبیوں کا ارادہ تھا کہ اسکندریہ پر حملہ کرتے ہوئے پورے مصر پر قبضہ کر لیا جائے۔ اس طرح ایک طرف تو شام کا صوبہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلتا دکھائی دے رہا تھا اور دوسری طرف مصر بھی اب صلیبیوں کے نشانے پر تھا۔ فاطمی خلافت اس وقت آپس میں شدید انتشار کا شکار تھی۔ یکے بعد دیگرے مختلف بادشاہوں کو محل کے اندر ہی قتل کیا جا رہا تھا۔ محلاتی سازشوں کے باعث مصریوں میں یہ صلاحیت ہی نہ تھی کہ وہ صلیبیوں کا مقابلہ کر سکتے۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ صلیبی مصر پر چڑھائی کرینگے، خلیفہ نے نورالدین زنگیؒ سے درخواست کی کہ ایک لشکر بھیجا جائے کہ جسے مصر کی حفاظت کیلئے وہاں متعین کیا جا سکے۔ لہٰذا نورالدین زنگیؒ نے اپنے بہترین سپہ سالار اسدالدین شیرکوہؒ کہ جو نجم الدین ایوبؒ کے بھائی تھے، کو انکے ہونہار بھتیجے صلاح الدین ایوبیؒ کے ساتھ مصر روانہ کیا۔ اسدالدین شیرکوہؒ نے اپنے بھتیجے کی تربیت اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ اس وقت صلاح الدین ایوبیؒ امت مسلمہ کے ایک نئے جرنیل کی حیثیت سے ابھر رہے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد اسدالدین شیرکوہؒ کا مصر میں ہی انتقال ہو جاتا ہے اور ان کی جگہ صلاح الدین ایوبیؒ فاطمی سلطنت کے وزیر اعظم منتخب کر لیے جاتے ہیں۔ مصر کیلئے خطرہ تو ٹل جاتا ہے، لیکن اس دور میں بھی فاطمی خلافت اس قدر کمزور ہو چکی ہوتی ہے کہ اس کا اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔

صلاح الدین ایوبیؒ جب یہ دیکھتے ہیں کہ فاطمی خلافت کو اگر برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی تو اس میں امت مسلمہ کو شدید نقصان پہنچے گا اور امت مسلمہ کے اتحاد کیلئے یہ ضروری بھی تھا کہ شام اور مصر کو اکٹھا کر دیا جائے، لہٰذا انہوں نے مصر کی خلافت کو ختم کرتے ہوئے اس کو

زنگی سلطنت میں شامل کر دیا۔اب نورالدین زنگیؒ عراق، شام اور مصر کے سلطان بن کر مسلمانوں کے سامنے آتے ہیں۔

....

نورالدین زنگیؒ کی پیدائش ۱۱۱۷ء میں ہوتی ہے اور ۱۱۷۳ء میں آپ کا انتقال ہو جاتا ہے۔آپ بیت المقدس کی فتح کو تو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکے، مگر آپ نے مسجد اقصیٰ کیلئے بہت محبت اور پیار سے ایک انتہائی خوبصورت منبر بنوایا اور اس منبر کو رکھ چھوڑا تاکہ جب بیت المقدس شریف فتح ہو، تو اس منبر کو مسجد اقصیٰ میں نصب کیا جا سکے۔مگر یہ سعادت سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کو ۱۱۸۷ء میں نصیب ہوتی ہے۔نورالدین زنگیؒ کا حضورﷺ سے جو غیر معمولی تعلق ہے، اس کی ایک جھلک ہم مدینہ کی مہم میں دیکھ چکے ہیں۔اس غیر معمولی درویش، فقیر اور ولی اللہ مجاہد کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد متقی ترین سربراہ کا خطاب بھی دیا گیا ہے۔

آپ کی تربیت میں صلاح الدین ایوبیؒ نے امت مسلمہ کی حفاظت کی ذمہ داری سنبھالی۔ایوبیؒ کو نورالدین زنگیؒ سے عشق کی حد تک پیار تھا۔آپ کے انتقال کے بعد صلاح الدین ایوبیؒ نے اس مشن کی تکمیل میں اپنی زندگی صرف کی۔نورالدین زنگیؒ کا دور تقریباً ۲۸ برس کا تھا۔ یہ وہی دور ہے کہ جس میں دوسری صلیبی جنگ شروع اور ختم ہوتی ہے۔آپ نے اس دور میں کئی سو چھوٹی اور بڑی جنگیں لڑیں۔۱۱۴۹ء میں اناب کے مقام پر آپ نے ایک ایسی جنگ بھی لڑی کہ جس میں آپ کے مخالف صلیبی اور حشیشین اکٹھے ہو کر ایک لشکر بن کر مسلمانوں کے مقابلے پر آئے تھے۔اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ صلیبی جنگوں میں صلیبی فوجیں حشیشین دہشت گردوں کا کتنا استعمال کرتے تھے۔آج بھی مسلمانوں کی صفوں کو کمزور کرنے کیلئے جہاں مغرب کی طرف سے صلیبی فوجیں امت مسلمہ پر حملہ آور ہو رہی ہیں، وہیں ہماری اپنی صفوں میں موجود آج کے حشیشین خارجی دہشت گرد صلیبیوں کے ساتھ مل کر امت مسلمہ پر حملے کر رہے ہیں۔چاہے پاکستان کے تحریک طالبان ہوں یا شام اور عراق کے داعش!!!

....

آج صلیبی جنگوں کے ان تمام حالات و واقعات کو دوہرایا جا رہا ہے۔نورالدین زنگیؒ کو بیک وقت کئی محاذوں پر جنگ کرنا پڑی۔ایک طرف سیاسی طور پر عباسی خلافت کو سہارا دینا تھا تو دوسری طرف فاطمی خلافت میں جو مشکلات تھیں ان سے بھی نبرد آزما ہونا تھا، لہذا مصر کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کرنا پڑا۔دوسرے تمام سردار اور ترک سلاطین کہ جو آپس میں باہم دست و گریبان تھے، ان میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔حشیشین کے دستے کہ جو مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو چکے تھے، اُن کا قلع قمع کیا گیا اور پھر صلیبیوں کے خلاف انتہائی کاری ضربیں لگائی گئیں۔نورالدین زنگیؒ کی انہی مجاہدانہ جنگی کارروائیوں کے نتیجے میں آنے والے وقتوں میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کیلئے بیت المقدس شریف کو فتح کرنا آسان ہو گیا۔

نورالدین زنگیؒ کے انتقال کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبیؒ امت مسلمہ کے سربراہ و امیر کے طور پر سامنے آتے ہیں۔سلجوق اور زنگی



پرتگال میں لزبن کے علاقے میں واقع مسلمانوں کا ایک قلعہ کہ جس پر صلیبیوں نے اسی دور میں قبضہ کیا۔
اس دور میں اسپین اور پرتگال مسلمانوں کے زیر حکمرانی تھے اور پوری دنیا میں تہذیب وتمدن کا مرکز تھے۔
آج بھی اسپین کا ایک صوبہ ''اندلسیہ'' کے نام سے منسوب ہے۔
غرناطہ اور قرطبہ مسلمانوں کے بڑے مشہور اور شاندار شہر یہیں آباد تھے۔

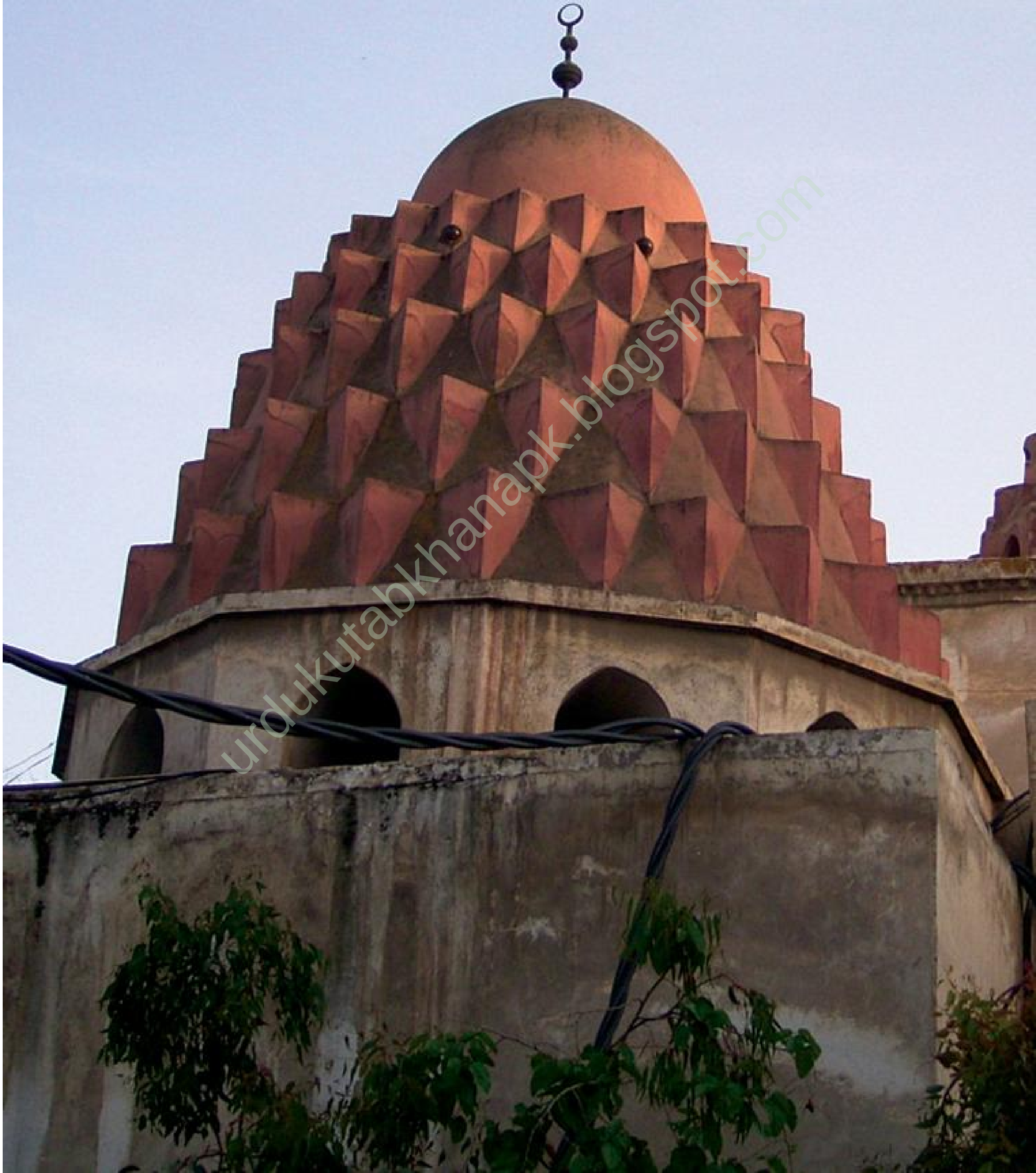
سلطنت کے بعد اب امت مسلمہ کی قیادت ایوبی سلطنت کے پاس آتی ہے۔دوسری صلیبی جنگ کے حوالے سے ایک اہم اور خاص بات یہ ہے کہ دوسرے جتنے بھی صلیبی بادشاہ تھے کہ جو اس جنگ میں شامل ہوئے تھے، ان تمام کے اپنے اپنے مقاصد تھے۔اسپین کے بادشاہ کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو اسپین سے نکالا جائے۔ بازنطین کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو ایشیائے کوچک سے باہر دھکیلا جائے۔ٹمپلر نائٹس کے اپنے مقاصد تھے۔مگر اس جنگ کے دوران اسپین میں ایک اہم واقعہ پیش آتا ہے اور عیسائیوں کو تھوڑی بہت کامیابی نصیب ہو ہی جاتی ہے۔صلیبی اسپین کے قریب پرتگال میں لزبن کا علاقہ فتح کر لیتے ہیں۔

....

دوسری صلیبی جنگ میں عیسائیوں کی شکست کے اسباب کا تجزیہ کیا جائے تو کئی باتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلا یہ کہ اس جنگ کا کوئی واضح ہدف طے نہیں کیا گیا تھا۔ پھر اس جنگ میں جتنے بھی اتحادی تھے، ان کے آپس کے اختلافات اور نظم وضبط کمزور ہونے کی وجہ سے انہوں نے اپنے ہی علاقوں کے آس پاس اور قسطنطنیہ میں جو تباہی مچائی اس کی وجہ سے مقامی آبادی بھی ان کے خلاف ہو گئی تھی۔ تیسرا یہ کہ اس بات کے باوجود کہ بغداد میں خلافت عباسیہ کا مرکز کمزور ہو چکا تھا، پھر بھی مسلمانوں کے پاس اتنے مضبوط کمانڈر آ چکے تھے کہ جواب اپنی فوجوں کے ساتھ شام اور فلسطین میں بخوبی صلیبیوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔

مسلمان اس جنگ کو اپنے مرکز کے نزدیک لڑ رہے تھے، جبکہ عیسائی کئی ہزار میل دور سے اپنی فوجوں کو لے کر پہنچے تھے اور ان کے لیے رسد اور مالی وسائل کی کمی قیامت کھڑی کر رہی تھی۔ عراق، شام اور مصر میں واحد قیادت قائم ہو جانے کے باعث مسلمانوں کی فوجی کمانڈ اور کنٹرول کا نظام بہت مستحکم ہو گیا تھا۔ سب سے بڑھ کر نورالدین زنگیؒ جیسی قیادت کہ جو جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ولی اللہ اور

دمشق، نورالدین زنگی کا مقبرہ





ایک درویش بھی تھے، نے مسلمانوں میں جذبہ جہاد کی ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ یہ تمام وہ نفسیاتی، روحانی اور مادی عناصر تھے کہ جن کی وجہ سے اب مسلمان زیادہ منظّم ہوکر اپنے سے کئی گنا بڑی صلیبی فوجوں کا بہتر طریقے سے مقابلہ کررہے تھے۔ صلیبیوں کی تعداد اور اسلحہ زیادہ تھا، لیکن اپنی داخلی کمزوریوں اپنے ظلم وستم اور بدکرداری کی وجہ سے وہ فوج انتظامی انتشار اور تفرقے بازی کا شکار تھی، جبکہ مسلمان فوج ایک ولی اللہ جرنیل کی وجہ سے منظّم بھی تھی اور اپنی ہی سرزمین پر لڑنے کی وجہ سے رسد کی کمی کا بھی شکار نہ تھی۔ اب مسلمانوں کے داخلی اختلافات بھی کم ہوگئے تھے۔ اس ساری صورتحال میں جب نور الدین زنگیؒ تقریباً ۲۸ سال تک چٹان بن کر صلیبیوں کے سامنے کھڑے رہے، تو امت مسلمہ کو ایک مرتبہ پھر اپنے آپ کو منظّم کرنے کا موقع مل گیا۔

اب بیت المقدس کو فتح کرنے اور امت مسلمہ کے دفاع کی ذمہ داری تاریخ اسلام کے عظیم ترین شہسوار سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے حوالے کردینے کا وقت آن پہنچا تھا۔ چنانچہ نور الدین زنگیؒ کے انتقال کے بعد امت کے دفاع کی تلوار صلاح الدین ایوبیؒ کے حوالے کردی جاتی ہے۔۔۔۔

سلطان
صلاح الدین
ایوبیؒ





سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

''ہم عصمتوں کے پاسبان ہیں اور صلیبی عصمتوں کے بیوپاری''

(سلطان صلاح الدین ایوبیؒ)

مسلمان غازیوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے جہاں ان کی جنگی فتوحات اور جنگی حکمت عملی کا ذکر ہوتا ہے، وہیں یہ پہلو بھی بار بار ہمارے سامنے آتا ہے کہ ان غازیوں کی شخصیت میں ایک پراسرار روحانی جہت بھی تھی۔ نورالدین زنگیؒ کا حضور ﷺ سے قریبی روحانی تعلق تھا۔ یہ حضور ﷺ کا فیضان تھا کہ پوری دنیا سے صرف انہی کو مدینہ کی مہم کیلئے منتخب کیا گیا۔ یہ ایک ایسا غیر معمولی روحانی پہلو ہے کہ جس کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہ تمام مسلمان جرنیل، غازی اور حکمران، کہ جنہوں نے تاریخ میں نئے باب رقم کیے، ان سب میں یہ پراسرار روحانی پہلو ضرور نظر آتا ہے۔ اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے ان کا روحانی تعلق کبھی ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی پوشیدہ ہی رہتا ہے، لیکن یہ پہلو ان سب میں موجود ضرور ہوتا ہے۔ یہی وہ عنصر ہے کہ جو ان کو پراسرار بناتا ہے اور یہ مافوق الفطرت وجود معلوم ہوتے ہیں، اور ایسے ایسے جنگی کارنامے انجام دیتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

ہندوستان میں حضرت بختیار کاکیؒ نے اپنے انتقال سے قبل وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ صرف وہی شخص پڑھا سکتا ہے کہ جس نے زندگی بھر عصر کی سنتیں بھی قضا نہ کی ہوں اور کبھی نماز باجماعت کی پہلی تکبیر بھی نہ چھوڑی ہو۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو کئی گھنٹے اسی کشمکش میں گزر گئے کہ نماز جنازہ کون پڑھائے گا، کیونکہ اس کڑے معیار پر کوئی بھی پورا نہ اترتا تھا۔ اس وقت بادشاہِ وقت سلطان شمس الدین التمشؒ زار و قطار روتے ہوئے آگے بڑھے اور حضرت بختیار کاکیؒ کی میت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت آج آپ نے میرا راز کھول دیا۔ اسکے بعد سلطانؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔



یہ روحانی پہلو ہمیں ہر غازی کے وجود میں نظر آتا ہے، چاہے وہ خالد بن ولیدؓ ہوں، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ یا پھر طارق بن زیادؒ۔ نور الدین زنگیؒ بھی ایسے ہی پر اسرار مجاہد تھے کہ جن کی تلوار سے اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے دفاع کا کام لیا اور ان کو یہ توفیق بھی بخشی کہ وہ حضورﷺ کی خاص الخاص خدمت کرسکیں۔ اسکے بعد اس شخص کی خوش نصیبی میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ مدینہ کی مہم کے بعد بہت عرصہ نورالدین زنگیؒ پر ایک خاص سرمستی کا عالم طاری رہا۔

جب قائد اتنے بلند مقام پر ہو کہ ان کے ہر کام کی نگرانی خود رسول اللہﷺ فرما رہے ہوں، تو پھر یہ قدرتی امر ہے کہ وہ اپنے پروں کے سائے میں جو شہباز تیار کرے گا، وہ بھی اعلیٰ ترین روحانی مقام پر ہی فائز ہوں گے۔ نورالدین زنگیؒ نے اسدالدین شیر کوہؒ، نجم الدین ایوبؒ اور سب سے بڑھ کر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ جیسے شہبازوں کو تیار کیا کہ جو امت مسلمہ کی آبرو کے محافظ بنے۔ نورالدین زنگیؒ کی ساری توجہ اپنے دو جرنیل بھائیوں اسدالدین شیر کوہؒ اور نجم الدین ایوبؒ کی تربیت پر تھی۔ لیکن خدا کا کرنا کچھ ایسا ہوا کہ یکے بعد دیگرے اسدالدین شیر کوہؒ اور نجم الدین ایوبؒ دونوں ہی خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کے بعد اس خلاء کو پر کرنے کیلئے کوئی اور مجاہد وہاں موجود نہ تھا۔ یعنی فطرت نے خود ساز باز کی اور صلاح الدین ایوبیؒ کو مصر وشام کا سلطان بنا دیا۔ نورالدین زنگیؒ کی وفات کے بعد امت مسلمہ میں



ایک بار پھر قیادت کا فقدان پیدا ہو گیا۔ اس وقت یہ نہایت ہی ضروری تھا کہ صلیبی جنگوں کے دوران ایک طاقتور اور مضبوط حکمران مسلمانوں کی قیادت سنبھالے۔ نورالدین زنگیؒ نے پے در پے شکستیں دے کر صلیبی فوجوں میں دہشت پھیلا رکھی تھی۔ ان کی وفات کے بعد اگر ذرا سا بھی وقفہ آ جاتا، تو صلیبی فوجیں ایک بار پھر منظّم ہو جاتیں اور مسلمانوں کیلئے مسائل کھڑے کر دیتیں۔

....

۱۱۷۴ء میں صرف ۳۷ برس کی عمر میں صلاح الدین ایوبیؒ سلطان مصر و شام بنے۔ اگلے چند برسوں میں ہی ان کے نام کا ڈنکا پوری دنیا میں بجنے لگا۔ امت مسلمہ میں جو عزت و مقام آپ کو دیا جاتا ہے، وہ صلیبی جنگوں سے لیکر آج تک کسی اور حکمران کو نصیب نہیں ہوا۔ صلیبی اور عیسائی فوجوں میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی اس قدر دہشت تھی کہ عیسائی مائیں اپنے بچوں کو ان کا نام لے کر ڈرایا کرتی تھیں۔ اس مجاہد کے بدترین دشمن یعنی صلیبی بھی سلطان کیلئے اچھے الفاظ استعمال کرنے پر مجبور تھے۔ مسلم رومانوی ادب، لوک داستانوں، حتیٰ کہ عیسائی ادب میں بھی صلاح الدین ایوبیؒ کو ایک دیومالائی حیثیت حاصل ہے۔


جنرل ہینری گوراڈ

وہ شکست اور ذلت کہ جو سلطان ایوبیؒ کے ہاتھوں صلیبیوں کو اٹھانی پڑی، آج بھی ان کے دلوں میں غیض و غضب کی آگ بھڑکاتی رہتی ہے۔ ۱۹۲۰ء میں پہلی جنگ عظیم کے بعد کہ جب فرانسیسی جرنیل ہینری گوراڈ بیت المقدس فتح کر کے شام پہنچا تو سلطانؒ کی قبر پر جا کر گستاخانہ انداز میں لات ماری اور پھر سلطان کو مخاطب کر کے متکبرانہ انداز میں یہ کہتا ہے: ”صلاح الدین! ہم یہاں پہنچ گئے ہیں، اب ہمیں روک کر دکھاؤ۔ آج صلیب نے ہلال پر فتح حاصل کر لی ہے۔“ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار سال بعد بھی صلیبیوں کے دلوں میں سلطانؒ کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک رہی ہے اور وہ سلطانؒ کے ہاتھوں اٹھائی گئی ذلت کو فراموش نہیں کر سکے ہیں۔ چونکہ سلطان صلاح الدینؒ کا تعلق کرد قوم سے تھا، لہذا کردوں کو سزا دینے کیلئے پہلی جنگ عظیم کے بعد مغربی قوتوں نے کردوں کو مختلف ممالک میں تقسیم کر کے بھی ان سے انتقام لیا۔



جہلم، شہاب الدین غوریؒ کا مقبرہ

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے مقام اور ان کی درویشی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جب سلطانؒ کا انتقال ہوا تو ان کا جھنڈا اور گھوڑا کہ جوان کے ترکے میں نکلے، خلافت بغداد کو تبرکاً روانہ کیے گئے۔ اس وقت پوری امت مسلمہ میں صف ماتم بچھ گئی۔ ایک مورخ نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ چاروں خلفائے راشدین کے انتقال کے بعد امت مسلمہ پر پڑنے والی سب سے بڑی مصیبت سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا انتقال تھا۔

جس زمانے میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ شام میں فتوحات حاصل کر رہے تھے، اس وقت مسلم دنیا میں کوئی بھی ان کے پائے کا حکمران نہیں تھا، گو کہ شہاب الدین غوریؒ، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے ہم عصر ہیں۔ اس دور میں شہاب الدین غوریؒ ہند میں فتوحات حاصل کر رہے تھے۔ شہاب الدین غوریؒ وہ پہلے افغان مسلمان سپہ سالار ہیں کہ جنہوں نے پرتھوی راج چوہان کو شکست دے کر دہلی پر پہلی اسلامی حکومت قائم کی۔ آپ کا یہ دور حضرت معین الدین چشتیؒ کا دور ہے اور خود سلطان غوریؒ بھی حضرت معین الدین چشتیؒ سے فیض لیا کرتے تھے۔ گو کہ شہاب الدین غوریؒ کے کارنامے بھی شاندار ہیں، مگر صلاح الدین ایوبیؒ کو ان سے کہیں زیادہ بڑے اور طاقتور دشمن



کا سامنا تھا۔اس دور میں کہ جب ایک افغان مسلمان سپہ سالار ہندوستان فتح کرر ہا تھا تو دوسری جانب ایک کرد مسلمان سپہ سالار صلیبیوں کے خلاف امت مسلمہ کے دفاع اور بیت المقدس کی آزادی کیلیئے برسر پیکار تھا۔ان دونوں سلطانوں کا آپس میں بظاہر تو کوئی ظاہری رابطہ نہ تھا،مگر فطرت ان دونوں مجاہدین سے اپنے مقاصد کی تکمیل کیلیئے حیرت انگیز کام لے رہی تھی۔سلطان غوریؒ کی اس مہم سے آئندہ آنے والے آٹھ سو سال تک ہندوستان میں اسلامی ریاست قائم ہوئی اور آج جتنے بھی مسلمان برصغیر پاک و ہند میں بستے ہیں ان پر سلطان غوریؒ کا یہ احسان ہے۔دوسری جانب سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی جنگی مہم سے اگلے نوسو سال تک بیت المقدس شریف ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا اور امت مسلمہ کا ایسا دفاع کیا گیا کہ مصر،شام وعراق آج تک مسلمان خطے اور امت مسلمہ کے وجود کا حصہ ہیں۔گو کہ آج اکیسویں صدی کے آغاز میں ایک مرتبہ پھر یہ تمام علاقے ایک اور صلیبی یلغار کی زد میں ہیں اور آج امت مسلمہ ایک اور صلاح الدین ایوبیؒ کی منتظر!

....

۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں نوسو سال کے بعد یہودی اس قابل ہوئے کہ بیت المقدس شریف پر قبضہ کر سکیں۔آج بیت المقدس پھر کسی صلاح الدین ایوبیؒ کا منتظر ہے...... فلسطینی بچے اسرائیلیوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آج بھی یہ ترانہ پڑھتے ہیں:

''ہم مسلمانوں کے بیٹے ہیں!ہم میں سے ہر ایک سلطان صلاح الدین ایوبی ہے!''

ایسے دور میں کہ جب مسلمان دنیا مسلسل صلیبی یلغار کی زد میں تھی اور مسلمانوں کا سیاسی اقتدار بکھرتا چلا جارہا تھا،اس وقت مسلمانوں کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنے والا، نہ صرف مسلمان بلکہ دشمن کی بیٹیوں کے سروں پر بھی چادر رکھنے والا سلطان صلاح







صلیبی جنگوں کے دوران قدیم دمشق کے قلعے کے اندر واقع ایک گلی کا منظر



الدین ایوبیؒ ہی تھا۔تاریخ نے اس سے پہلے کبھی ایسا سلطان نہ دیکھا تھا۔ علامہ اقبالؒ کی اصطلاح میں وہ جنیدی اور اردشیری کا خوبصورت مجموعہ تھے۔ایک طرف ایسا فقیراور درویش کہ جب انتقال ہوا تو ترکے میں صرف گھوڑا اور جھنڈا ہی پایا گیا اور دوسری جانب ایسا شاندار سلطان کہ پوری دنیا میں اس کے نام کا رعب اور دبدبہ تھا۔مسلمانوں کی حفاظت کرنے،ان کا خیال رکھنے اوران کیلئے اپنی جان تک کی پرواہ نہ کرنے میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا کوئی ثانی نہ تھا۔اسی جانباز مجاہد کا یہ قول ہے:

''مجھے نہیں معلوم کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے یا اخلاق سے،

لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ اسلام کی حفاظت کیلئے تلوار کی ضرورت پڑتی ہے''۔

بلا شبہ اس مجاہد نے اپنی تلوار کا حق ادا کر دیا۔سلطان ایوبیؒ کے جنگی کارنامے اس قدر حیرت انگیز ہیں کہ اس کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ اس وقت یورپ، انگلستان، فرانس اور جرمنی کے بادشاہ اپنی تمام تر فوجوں کے ساتھ بیس سال تک فلسطین پر حملہ آور ہوتے رہے اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ تن تنہا ان کے مقابلے پر چٹان بن کر کھڑے رہے۔

یہ غیر معمولی عسکری ذہانت، جرأت، بہادری اور دلیری کا ایسا نمونہ ہے کہ جس کی کوئی مثال مشرق و مغرب میں نہیں ملتی۔ یہاں ہم اس مبارک وجود کے حوالے سے صرف دو مثالیں دینا چاہیں گے۔

ایک دفعہ جنگ کے دوران ایک عیسائی عورت اپنے لشکر سے نکل کر روتی پیٹتی مسلمانوں کے لشکر کی طرف آ گئی۔ مسلمان سپاہیوں نے اسے پکڑ کر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے سامنے پیش کیا۔سلطانؒ اس سے بڑی شفقت سے پیش آئے اور رونے کی وجہ دریافت کی۔اس پر وہ عورت بولی کہ ''رات میرے بچے کو کوئی پکڑ کر لے گیا ہے۔ جب میں اپنے بادشاہ کے پاس گئی تو اس نے مجھے مشورہ دیا کہ تم مسلمانوں کے بادشاہ کے پاس جاؤ۔ وہ بہت رحم دل اور خدا ترس انسان ہے، وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ خدا کے واسطے میری مدد کرو۔ میں تمہارے پاس فریاد لیکر آئی ہوں''۔اس عورت کی آہ و بکا دیکھی نہیں جا رہی تھی۔اس کی حالت دیکھ کر خود سلطانِ مصر و شام بھی آبدیدہ ہو گئے اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ چاروں طرف پھیل جاؤ اور اس عورت کا بچہ تلاش کرو۔ پھر تاریخ نے یہ منظر بھی دیکھا کہ خود سلطانؒ نے اپنے ہاتھوں سے اس بچے کو اس عورت کے حوالے کیا اور اس کو زادِ راہ دے کر عزت و احترام سے رخصت کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ وہ عورت شدت جذبات سے رونے لگی اور دیکھنے والوں نے یہ بھی دیکھا کہ خود مسلمانوں کا سلطان بھی اس کے ساتھ آبدیدہ تھا۔

یہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی غیر معمولی رحم دلی، شفقت اور ان کے وجود میں روحانیت کی واضح دلیل ہے۔ یہ ان کی انسان دوستی کی ایسی مثال ہے کہ جس کی بدولت ان کے بدترین دشمن بھی مجبور ہیں کہ ان کی شان میں آج تک تعریفی کلمات ادا کرتے رہیں۔

اب سلطان کی دینی حمیت، غیرت اور حضور ﷺ سے ان کے عشق کے متعلق بھی ایک واقعہ سنیئے۔

ایک دفعہ ایک عیسائی صلیبی جنرل آرنیٹ نے مسلمانوں کے ایسے قافلے کو لوٹ لیا کہ جو معاہدہ امن کے دوران حج کیلئے جا رہا تھا۔ جب اس نے قتل و غارت گری مچائی اور قافلے والوں کو قیدی بنا لیا تو ایک قیدی نے اس سے التجا کی کہ تمہارا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ ہے، لہذا ہمیں مت چھیڑو۔ اس پر آرنیٹ نے بہت بدتمیزی اور گستاخی سے کہا کہ اب اپنے نبی ﷺ سے کہو کہ تمہیں آ کر بچائیں۔ اور پھر اس گستاخ نے تمام مسلمانوں کو بے دردی سے شہید کر دیا۔ یہ خبر جب سلطان صلاح الدینؒ تک پہنچی تو وہ جلال میں آ گئے اور فیصلہ کیا کہ جب بھی آرنیٹ ان کے ہاتھ آیا، وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے قتل کریں گے۔ جنگ حطین کے بعد آرنیٹ کو بھی بادشاہ جیفری کے ساتھ گرفتار کر کے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے سامنے پیش کیا گیا۔ سلطانؒ نے برف سے سرد کیا ہوا پانی منگوایا اور بادشاہ جیفری کو پیش کیا۔ جیفری نے پانی پی کر وہ پیالہ آرنیٹ کی طرف بڑھا دیا۔ یہ دیکھ کر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ جلال سے سرخ ہو گئے اور جیفری سے کہا کہ ''اس کو یہ پانی تم نے پلایا ہے، میں نے نہیں!''

عربوں کی روایات میں یہ بات شامل ہے کہ اگر دشمن بھی ان کے ہاں کھا پی لیتا تو پھر وہ اس کی جان بخشی کر دیتے، جبکہ سلطانؒ یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ آرنیٹ کی جان بخشی نہیں کی جائے گی۔ آپ نے آرنیٹ کو قریب بلایا اور اس کو وہ گستاخانہ الفاظ یاد دلائے جو اس نے قافلہ لوٹنے کے دوران ایک مسلمان کو کہے تھے۔ بڑے جلال میں آرنیٹ سے فرماتے ہیں کہ ''میں اللہ کے رسول ﷺ کی آبرو کی حفاظت کیلئے موجود ہوں''۔ آرنیٹ کی جان فنا ہو گئی۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اس کو ایک اور موقع دیا اور اسلام قبول کرنے کی پیشکش کی۔ جب اس نے پھر انکار کیا، تب آپ نے اپنی تلوار سے اس کی گردن اڑا دی۔

یہ سب دیکھ کر بادشاہ جیفری پر دہشت طاری ہو گئی۔ سلطانؒ نے اس کو تسلی دی اور کہا کہ بادشاہ بادشاہوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کرتے، لیکن آرنیٹ نے گستاخی کی وہ حد پار کر دی تھی کہ مجھے اسکا سر اپنے ہاتھوں سے قلم کرنا پڑا۔

یہ وہی سلطان تھا کہ جو ایک بچے کے گم ہونے پر تو دھاڑیں مار مار کر روتا ہے، لیکن جب دینی غیرت و حمیت اور عشق رسول ﷺ کا معاملہ آتا ہے، تو اس کے جلال کے آگے دشمن کی کوئی بڑی سے بڑی فوج بھی ٹھہر نہیں سکتی تھی۔

....

اب اس زمانے کے مسلمانوں اور صلیبیوں کے درمیان محاذ جنگ کی صورتحال پر بھی نگاہ ڈالتے ہیں۔ یہ عسکری صورتحال عجیب و غریب نوعیت کی تھی۔ شام، فلسطین اور لبنان کے علاقوں میں سینکڑوں قلعے اور شہر تھے کہ جن میں سے کچھ مسلمانوں اور دیگر عیسائیوں کے قبضے میں تھے۔ یوں دونوں دشمن ایک دوسرے کے بہت قریب موجود تھے، لہذا ہر روز کی جھڑپیں معمول کا حصہ تھیں۔ چھوٹی جھڑپیں بہت عام تھیں، لیکن ایسی لڑائیاں کہ جو جنگ کا پانسا ہی پلٹ دیں، وہ چند ایک ہی ہوا کرتی تھیں۔

Edessa
Mosul
Antioch
Aleppo
CYPRUS
Takreet
Mediterranean Sea
Tiberias
Damascus
Baghdad
Acre
Haifa
KINGDOM OF JERUSALEM
BATTLE OF HATTIN
SYRIA
Jerusalem
Cairo
EGYPT
Red Sea

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی مصر وشام میں حکومت کی سرحدیں



سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے دور میں مسلمانوں نے دمشق میں فولاد سازی کے کارخانے قائم کیے کہ جن میں ''فولادِ دمشق'' (Demascus Steel) کی تلواریں تیار کی جاتیں تھیں کہ جو اپنی مضبوطی اور کاٹ میں کوئی ثانی نہ رکھتیں۔ مسلمان فوجیں اور خود سلطانؒ بھی اسی فولاد سے بنی ہوئی تلواریں استعمال کرتے۔ فولادِ دمشق آج ایک ہزار سال بعد بھی تیار کیا جاتا ہے اور یورپ نے اس نوعیت کی فولاد سازی کا ہنر صلیبی جنگوں کے دوران ہی مسلمانوں سے سیکھا۔



سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے دور میں جاری کردہ سکے



صلیبی جنگیں تاریخ کی سب سے زیادہ خونریز جنگیں تصور کی جاتی ہیں۔ان جنگوں میں فیصلہ کن کردار قیادت کا ہوتا تھا۔نصف درجن سے زائد یورپی بادشاہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے مقابلے پر آئے۔اگر یورپی بادشاہوں سے سلطان ایوبیؒ کے کردار کا موازنہ کیا جائے تو زمین وآسمان کا فرق نظر آتا ہے۔جب قیادت دیانتدار ہو،اسکا دل ونگاہ پاک ہو اور وہ ایک روحانی وجود بھی ہو،تو فوج پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔فوج بھی وہی رنگ اختیار کرلیتی ہے کہ جو اس کے امیر کا ہوتا ہے۔جبکہ صلیبی فوج کے متعلق عیسائی مورخ بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس سے زیادہ بدکردار اور وحشی گروہ پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا۔اس گروہ میں زانی، بدکردار، شرابی، قتل وغارت گری کرنے والے افراد شامل تھے، کہ جن میں باہمی پھوٹ بھی تھی۔یہ لوگ انسانیت کے نام پر دھبا تھے۔صلیبی فوج کا یہ کردار ان کے حکمرانوں کے کردار کا عکاس تھا۔جب حکمرانوں میں شرم وحیاء اور اعلیٰ اخلاق جیسی خصوصیات نہ ہوں، وہ آپس میں باہم دست وگریبان رہتے ہوں، زانی، شرابی اور بدکار ہوں، تو پھر فوج بھی اسی رنگ میں رنگ جاتی ہے۔جنگیں اعلیٰ کردار کی بنیاد پر لڑی جاتی ہیں۔جہاں تک حکمت عملی اور ہتھیاروں کا تعلق ہے، تو مسلمان اور صلیبی فوج میں کافی حد تک عسکری توازن پایا جاتا تھا۔مسلمان اس وقت اتنے کمزور نہیں تھے۔جہاد کیلئے پوری مملکت اسلامیہ سے مجاہدین پہنچ رہے تھے۔ہتھیار اور اسلحہ بھی موجود تھا۔یورپ بھی اپنی تمام تر توانائی اور وسائل کے ساتھ میدان جنگ میں اترا تھا۔فرق صرف قیادت، کردار اور اخلاق کا تھا۔اس معاملے میں مسلمانوں اور



صلیبیوں کا کوئی موازنہ ہی نہ تھا۔ مسلمان سپہ سالار ایک اللہ کا ولی اور درویش، جبکہ اس کے مخالف حکمران درندہ صفت بھیڑیے!

روحانی اور اخلاقی طور پر اپنے دشمنوں کو واضح شکست دینے کے بعد سلطان نے جو جنگی حکمت عملی اختیار کی وہ بھی انتہائی غیر معمولی تھی۔ مسلمان فوج میں کمان، نظم وضبط، پیغام رسانی، سراغ رسانی اور جاسوسی کے شعبہ جات انتہائی مضبوط اور مربوط تھے۔ آج کے دور کی 'سی فور آئی'' (C4I) یعنی کمانڈ، کنٹرول، کمیونیکیشن، کمپیوٹر اور انٹیلی جنس، اسی نظام کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ ان حربی تکنیکی عناصر کے لحاظ سے سلطان کی فوج اور صلیبی فوج کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ شام سے لیکر مصر تک تمام مسلمان فوج کی کمان سلطانؒ کے اپنے ہاتھ میں تھی۔ افریقہ سے لیکر آرمینیہ تک اور ماورائے نہر سے لیکر یمن تک مسلمان دستے سلطانؒ کی قیادت میں متحد تھے۔ فوج کے سپاہی اپنے سپہ سالار سے شدید محبت کرتے اور ان کے ایک اشارے پر اپنی جان قربان کرنے پر ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ اسکے برعکس عیسائی فوج کی کمان چھ جرنیلوں یا بادشاہوں میں تقسیم تھی کہ جو باہم دست وگریبان رہتے تھے۔ ان میں شدید جھڑپیں اور فساد بھی جاری رہتا۔ کوئی تزویراتی ہدف (Strategic Objective) واضح نہیں تھا۔ کوئی جنگی شوریٰ (War Council) ایسی نہ ہوتی کہ جس کا اختتام باہمی جھڑپ پر نہ ہوتا ہو۔ جب کمان میں اتنے تضادات ہوں تو نتیجہ یقینی تباہی ہی ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی خبر رسانی کا یہ عالم تھا کہ تمام مفتوحہ علاقوں کی پل پل کی خبریں سلطانؒ تک پہنچتی رہتی تھیں۔ سلطانؒ کا اپنے دستوں،

کمانڈروں اور جرنیلوں حتیٰ کہ جاسوسوں کے ساتھ بھی ایک منظّم رابطہ قائم رہتا۔ چونکہ مسلمان اپنی سر زمین پر ہی جنگ لڑ رہے تھے اور دشمنوں کو اپنے وطن سے ڈھائی ہزار میل دور آ کر جنگ کرنی پڑ رہی تھی، لہذا صلیبیوں کی اپنے مرکز سے رابطے کی صلاحیت، ان کی رسد رسانی اور کمک کا راستہ اور ان کا کنٹرول کبھی بھی اتنا طاقتور نہیں ہو سکتا تھا کہ جتنا سلطانؒ کا۔ سلطانؒ کے ہزاروں جاسوس دشمن کے علاقے اور لشکر میں ہر وقت چھپے رہتے تھے، لہذا دشمن کے ہر منصوبے کی اطلاع سلطانؒ کو پیشگی پہنچ جاتی۔ اسکے مقابلے میں عیسائیوں کیلئے یہ بہت مشکل تھا کہ مسلمانوں کی صفوں میں اپنے جاسوس بھیج سکیں۔

ان جنگوں میں ایک بہت بڑا عنصر کہ جو مسلمانوں کے حق میں تھا، وہ ''وقت'' تھا۔ صلیبی فوجیں جب اپنے علاقوں سے نکل کر ہزاروں میل دور مسلمانوں کے علاقوں میں آتیں تو زیادہ دیر تک مہم جوئی نہ کر سکتیں۔ یورپی بادشاہوں کو واپسی کی جلدی ہوتی اور وہ جنگی مہمات کو جلد از جلد نمٹا کر وطن واپس لوٹ جانا چاہتے تھے۔ ان کیلئے طویل عرصہ اپنے گھروں اور دارلحکومت سے دور رہنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے وہ جلد بازی میں فاش غلطیاں کر جاتے۔ یوں ان میں مزید پھوٹ پڑ جاتی۔ وہ جلد غصے میں بھی آ جاتے۔ نتیجتاً ان کی تمام کمزوریاں ظاہر ہو جاتیں کہ جو مسلمان فوج کے سپہ سالار کیلئے مفید ثابت ہوتیں۔ سلطان ایوبیؒ بھی صلیبیوں کی ان کمزوریوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ مسلمان طویل عرصے تک جنگ کرنے کی صلاحیت رکھتے، جبکہ صلیبیوں کو جنگ ختم کرنے کی جلدی ہوتی تھی۔ یہی جلد بازی ان کی ہلاکت کا سبب بن جاتی۔

پہلی صلیبی جنگ کے بعد جب صلیبیوں نے مسلم علاقوں پر یلغار کی تو مسلمانوں کے سامنے ایک ہی مقصد تھا کہ اپنے ممالک کا دفاع کیا جائے اور صلیبیوں کو وہاں سے نکال باہر کیا جائے۔ اس ایک نکتے پر پوری امت مسلمہ متحد ہو گئی، جبکہ دوسری جانب صلیبی فوج میں ہر بادشاہ اپنے اپنے مقاصد کیساتھ جنگ لڑ رہا تھا۔ جہاں تک دونوں فوجوں کی طاقت کا توازن تھا تو دونوں کے ہتھیار تقریباً یکساں معیار کے ہی تھے، لیکن صلیبی فوج تعداد میں مسلمان فوج سے زیادہ ہوا کرتی تھی۔ چھوٹی موٹی جنگوں اور جھڑپوں میں طاقت کا توازن تقریباً یکساں ہی ہوتا تھا۔ مسلمان تہذیب اس وقت اپنے دور کی سپر پاور تھی اور صلیبیوں کا مقابلہ کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی تھی، گو کہ خلافت عباسیہ کا مرکز بغداد میں کمزور ہو چکا تھا لیکن پھر بھی مسلمان ایک عظیم فوجی قوت کے طور پر قائم تھے۔ فقدان سیاسی قیادت کا تھا نہ کہ فوجی قوت کا!

....

اگر ہم صلیبی جنگوں کا، کہ جو سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے مغربی عیسائیوں کے خلاف لڑیں، طائرانہ جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر محاذ پر خواہ وہ روحانی اور اخلاقی تائید ہو یا جنگی حکمت عملی، قیادت اور ہتھیاروں کا معاملہ ہو یا فوجوں کا آپس میں طاقت کا توازن یا پھر ان کا ڈسپلن، کنٹرول، کمیونیکیشن، کمانڈ اور انٹیلی جنس کا نظام ہو، سلطانؒ کی فوج اور قیادت، صلیبی فوجوں کی اجتماعی قیادت سے بھی



بہت آگے تھی۔ جب ایک فوج ان تمام معاملات میں برتر ہو تو جنگ کے نتائج بہت واضح ہو جاتے ہیں۔

لیکن بیرونی دشمنوں کے علاوہ داخلی محاذ پر بھی بہت سے معاملات ایسے تھے کہ جو سلطانؒ کیلئے حالت جنگ کے دوران سنگین مسائل کھڑے کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک وہ مسلمان جرنیل اور کمانڈر تھے کہ جو اپنی اپنی الگ سلطنتیں قائم کرنے کیلئے آپس میں دست و گریباں رہتے۔ وہ مصر، اناطولیہ اور ایشیائے کوچک کی طرف سے سلطانؒ کی سلطنت پر فوج کشی کرتے رہتے تھے۔ دوسرا ان سے بھی بڑا خطرہ اس باطنی و خارجی فرقے سے تھا کہ جو حشیشین کہلاتا تھا۔ حشیشین خارجیوں نے صلاح الدین ایوبیؒ کو شہید کرنے کی قسم کھائی ہوئی تھی۔ اس سے پہلے وہ موصل کے گورنر مودودؒ کو بھی شہید کر چکے تھے کہ جو پہلی صلیبی جنگ کے بعد عیسائیوں کے خلاف مقابلے کیلئے کھڑے ہوئے تھے۔ نورالدین زنگیؒ اور عمادالدین زنگیؒ کو بھی ہمیشہ حشیشین سے خطرہ رہا۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ بھی ان کے ہدف پر تھے۔ کئی بار ان پر قاتلانہ حملے بھی کیے گئے۔ ایک بار تو ایک دہشت گرد سلطانؒ کے خیمے کے اندر داخل ہو گیا اور سوئے ہوئے سلطانؒ پر خنجر سے وار کیا۔ خنجر سلطانؒ کے عمامے پر لگا۔ مگر چونکہ انہوں نے عمامے کے نیچے لوہے کا خود پہنا ہوا تھا، لہذا ان کا سر محفوظ رہا۔ یہ باطنی و خارجی فرقہ طویل عرصے تک مسلمان سربراہان شہید بھی کرتا رہا اور مسلمان مملکت میں دہشت پھیلا کر صلیبیوں کیلئے وہ کام کرتا رہا کہ جو صلیبی فوجیں مل کر بھی خود نہیں کر سکتی تھیں۔

....

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے سینکڑوں کی تعداد میں جنگیں لڑیں، لیکن ہم صرف ان پر بات کریں گے کہ جو تزویراتی نقطہء نظر سے زیادہ اہم ہیں۔ بیت المقدس شریف فتح کرنے سے قبل سلطانؒ کی جنگی حکمت عملی یہ تھی کہ اس کے آس پاس کے تمام علاقوں اور قلعوں کو فتح کر لیا جائے اور وہ سپلائی لائن توڑ دی جائے کہ جو عیسائیوں کو بیت المقدس شریف کے اندر کمک پہنچا رہی تھی۔ اسکے لیے سلطانؒ نے فلسطین میں انتہائی تیز رفتار چھاپہ مار دستے تیار رکھے تھے۔ جہاں صلیبی کوئی نیا قلعہ تعمیر کرتے وہ دستے اس پر حملہ کر کے اس کی سپلائی لائن کاٹ دیتے۔ بیت المقدس شریف سے تقریباً پچاس کلومیٹر شمال میں جیکب فورڈ کے مقام پر ایک جگہ محل وقوع کے اعتبار سے بہت اہم تھی۔ وہاں سے وہ راستہ نکلتا تھا کہ جو بیت المقدس شریف کا دفاع کرتا اور وہاں سے دمشق کی طرف پیش قدمی کرنے میں بھی آسانی رہتی تھی۔ دمشق چونکہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا مرکز تھا، لہذا جب عیسائیوں نے جیکب فورڈ پر قلعہ بنانے کی کوشش کی تو سلطانؒ حرکت میں آ گئے۔

جیکب فورڈ کے قلعے میں اس وقت تقریباً پندرہ سو نائٹس، فری میسنز اور انجینئر اس قلعے کی تعمیر میں مصروف تھے۔ جب سلطانؒ نے قلعے کی طرف پیش قدمی شروع کی تو دوسرے علاقوں سے عیسائیوں نے بھی اس علاقے کی حفاظت کیلئے پیش قدمی شروع کر دی۔ یہ ایک دوڑ تھی کہ جو پہلے قلعے تک پہنچ جاتا وہی قلعے کو فتح کر لیتا، کیونکہ قلعہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ سلطان ایوبیؒ بجلی کی سی تیزی سے سفر کرتے



ہوئے صلیبی فوج سے پہلے وہاں جا پہنچے اور صرف چھ دن کی جھڑپ کے بعد پورے قلعے کو فتح کر لیا۔ سلطانؒ کے حکم پر تمام نائٹس کو قتل کر دیا گیا اور ان کی لاشیں ایک کنوئیں میں پھینک دی گئیں۔

جیکب فورڈ کی فتح کے بعد مسلمانوں کیلئے شمال کی جانب سے بیت المقدس کی طرف پیش قدمی کا راستہ کھل چکا تھا۔ لیکن صلیبی فوجوں کو سمندر کے راستے مستقل امداد اور کمک پہنچ رہی تھی۔ ۱۱۸۰ء میں سلطانؒ نے خود اپنا بحری بیڑہ تیار کیا اور بیروت کے قلعے پر حملہ آور ہوئے۔ تب پہلی بار صلیبیوں کو احساس ہوا کہ اب انہیں سمندر میں بھی سلطان کے خلاف جنگ لڑنی پڑے گی۔ ابھی بھی صلیبیوں کو حتمی شکست نہیں ہوئی تھی۔ سلطان یہ چاہتے تھے کہ صلیبیوں کو کھلے میدان میں دعوت دی جائے اور وہاں ان کو شکست دینے کے بعد بیت المقدس شریف کی جانب پیش قدمی شروع کی جائے۔ سلطان کی یہ خواہش بھی جلد پوری ہوئی اور صلیبیوں کا ایک بہت بڑا لشکر سلطان کے مقابلے کیلئے باہر نکلا۔ یہ جنگ تاریخ میں ایک فیصلہ کن جنگ تصور کی جاتی ہے۔ یہ وہ سب سے بڑی جنگ تھی کہ جو سلطانؒ نے

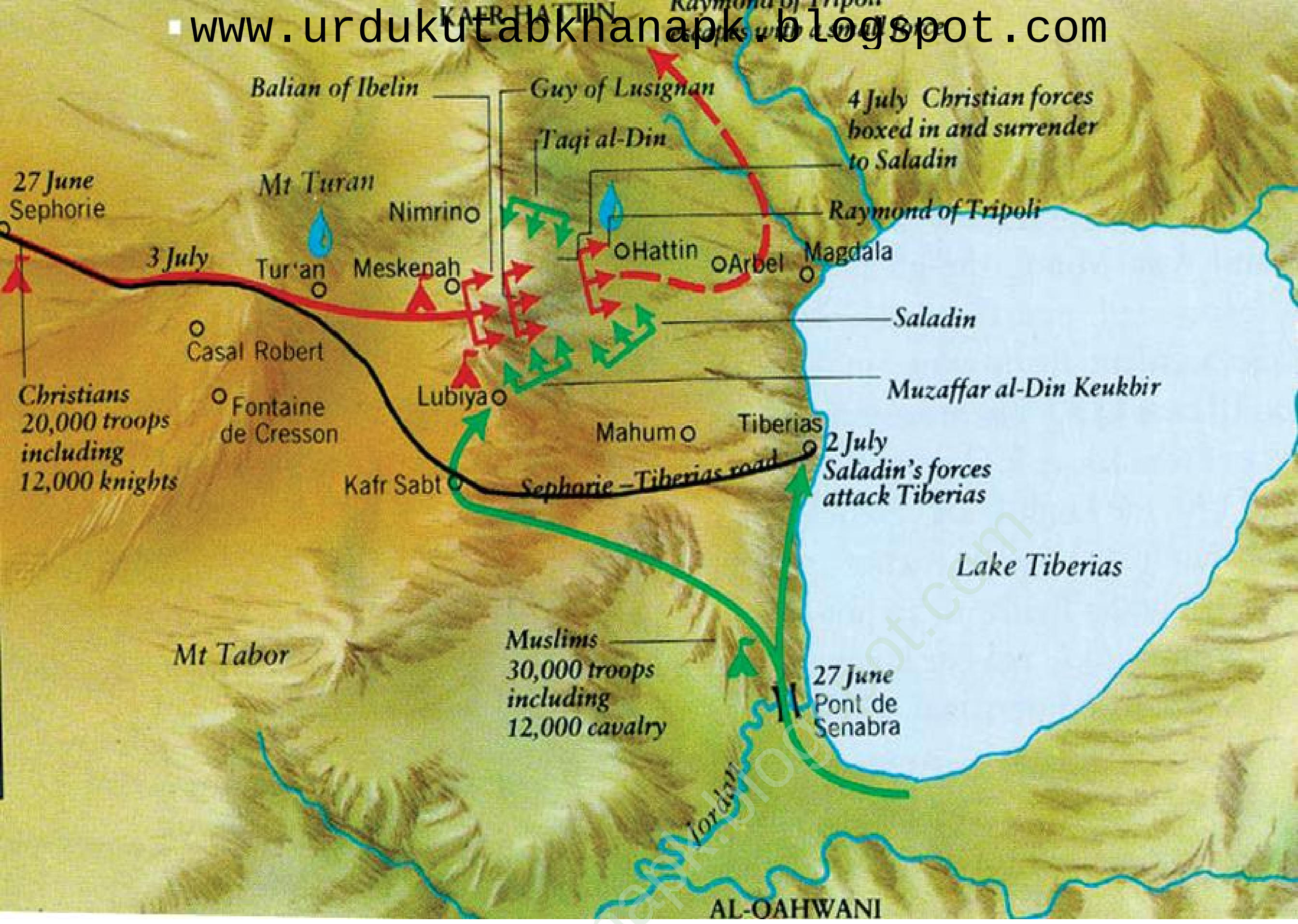


حطین ،موجودہ اسرائیل: وہ مقام جہاں جنگ حطین لڑی گئی

فلسطین کے علاقے میں لڑی۔ اس جنگ کے نتائج نے تاریخ کا دھارا بدل کر رکھ دیا۔ ۱۱۸۷ء میں لڑی جانے والی اس جنگ کو تاریخ ''جنگِ حطین'' کے نام سے یاد کرتی ہے۔ یہ وہ خونریز جنگ ہے کہ جس میں صلیبیوں کو مکمل طور پر کچل کر رکھ دیا گیا تھا۔ تمام بڑے بڑے صلیبی علاقے سلطان کے قبضے میں آ گئے اور مسلمانوں کیلئے بیت المقدس شریف کا راستہ مکمل طور پر کھل گیا۔ اسی جنگ میں آرنیٹ بھی سلطانؒ کے ہاتھ لگا کہ جسے سلطانؒ نے اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ جس طرح قرونِ اولیٰ میں جنگ یرموک نے پورا شام مسلمانوں کے حوالے کر دیا تھا، اسی طرح جنگ حطین نے اس صلیبی جنگ کا قطعی فیصلہ مسلمانوں کے حق میں کر کے شام اور فلسطین کو ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کی جھولی میں لا ڈالا۔

حطین کی جنگ صلیبی جنگوں کی ڈھائی سو سالہ تاریخ میں مسلمانوں کی شاندار ترین فتح تصور کی جاتی ہے اور عیسائیوں اور صلیبیوں کے لیے بدترین ذلت آمیز شکست۔ آج تک، کئی سو سال گزرنے کے بعد بھی، عیسائی جنگِ حطین کے نتیجے میں ملنے والی ذلت اور رسوائی کو بھلا نہیں سکے۔ یہ جنگ سلطان کی غیر معمولی عسکری ذہانت، فراست اور شجاعت کی ایک شاندار مثال ہے۔

یہ وہ جنگ تھی کہ جس نے صلیبی جنگوں کی تاریخ کا پانسا ہی پلٹ کر رکھ دیا۔ اس جنگ میں شرمناک شکست کے بعد صلیبی فوجیں اس قابل ہی نہ رہیں کہ بیت المقدس شریف کا دفاع کر سکتیں۔ دوسری جانب سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے شام، فلسطین اور لبنان کے تقریباً تمام علاقے فتح کر لیے کہ جسکی وجہ سے بیت المقدس شریف کی فتح کا راستہ مکمل طور پر ہموار ہو گیا۔ جنگ حطین کا شمار امت مسلمہ کی تاریخ کی ان بڑی بڑی جنگوں میں ہوتا ہے کہ جہاں مسلمانوں کو عروج بخشا گیا اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے دشمن ذلیل و رسوا ہوئے۔



جنگ حطین	مسلمان فوج		صلیبی فوج		پانی کا ذخیرہ
	مسلمان کیمپ		صلیبی کیمپ		

یہ واقعہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ ۱۱۸۷ء میں جب کاؤنٹ آرنیٹ نے مسلمانوں کے ایک قافلے کو لوٹا تو اس وقت مسلمانوں اور صلیبیوں کے درمیان معاہدہ امن طے پاچکا تھا۔ اس کے بعد جب آرنیٹ نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی تو سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے قسم کھائی کہ اس گستاخِ رسول کا سر وہ اپنے ہاتھوں سے قلم کریں گے۔ یہ واقعہ بنیاد بنتا ہے جنگ حطین کے آغاز کا۔ دوسری جانب صلیبیوں نے بھی ان قاتلوں کو مسلمانوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب سلطانؒ کے سامنے جنگ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

صلیبی لشکر کہ جو ہزاروں صلیبیوں، ٹمپلر اور ہاسپٹلر نائٹس پر مشتمل تھا، ایک جھیل کے کنارے مورچہ بند ہوگیا۔ مسلمان فوج جب اس لشکر کے قریب پہنچی تو سلطانؒ نے اس ساری صورتحال کا جائزہ لیا۔ دشمن کی فوج پانی کے بہت قریب تھی اور اسے پانی کی رسائی حاصل تھی، لہٰذا یہاں ان کے خلاف جنگ سود مند نہ تھی۔



سلطانؒ اب ایک عسکری چال چلتے ہیں کہ جس میں آ کر دشمن کو مجبوراً اپنے محفوظ علاقے سے نکل کر پیش قدمی کرنا پڑتی ہے۔ سلطانؒ پیچھے ہٹتے ہوئے اسے حطین کے مقام پر لے آتے ہیں۔ صلیبی بادشاہ جیفری اور کاؤنٹ آرنیٹ صلیبی لشکر کی قیادت کر رہے تھے اور اب ان کو شکست دینے کا صرف ایک ہی طریقہ باقی رہ گیا تھا کہ ان کو انکے مورچوں سے باہر نکالا جائے۔ اس علاقے کے نزدیک ہی ایک چھوٹا قلعہ تھا کہ جہاں پر صلیبیوں کے خاندان یعنی عورتیں اور بچے موجود تھے۔ سلطان نے محض ایک حکمت عملی کے تحت اس قلعے پر حملہ کیا تا کہ دور مورچہ بند صلیبی فوج گھبرا کر اپنے مورچوں سے باہر نکل آئے۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا اور چند ہی دنوں میں قلعے پر دباؤ بڑھنا شروع ہو گیا۔ چنانچہ وہی ہوا کہ جس کی سلطانؒ توقع کر رہے تھے۔ اگر صلیبی فوج اپنا پڑاؤ توڑ کر قلعے کے دفاع کے لیے پیش قدمی کرتی تو اس کے لیے تقریباً انہیں آٹھ گھنٹے درکار ہوتے۔ کوئی بھی فوجی حکمت عملی کا ماہر یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ ہمیشہ اپنے سفر کو اسی طرح سے ترتیب دینا چاہیے کہ آپ اپنے اگلے پڑاؤ تک دن کی روشنی میں ہی پہنچ جائیں۔ مگر اس موقع پر صلیبیوں نے حماقت کی اور دوپہر کے وقت اپنے سفر کا آغاز کیا۔ راستے میں جگہ جگہ گھات میں بیٹھے مسلمان گھڑ سوار دستے صلیبیوں پر حملے کر کے ان کی پیش قدمی روکتے رہے۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ جس رفتار سے صلیبی پیش قدمی کرنا چاہ رہے تھے، وہ اس میں بری طرح ناکام رہے۔ مسلمانوں کے حملوں کی وجہ سے ان کی رفتار مزید آہستہ ہو گئی اور آخر کار مغرب کے وقت تک صلیبی فوج پانی سے کئی کلومیٹر دور حطین کی اونچی پہاڑی تک ہی پہنچ پائی۔ مسلمان فوج نے اب چاروں اطراف سے صلیبی لشکر کا محاصرہ کر لیا۔ جونہی صلیبی فوج نے پانی کے پاس سے اپنا پڑاؤ چھوڑا، سلطانؒ نے فوراً اپنے گھڑ سوار دستوں کو پانی اور صلیبی فوج کے درمیان داخل کر کے انکی پانی تک رسائی بند کر دی۔ اس صورتحال سے اب صلیبی مکمل طور پر حواس باختہ ہو چکے تھے۔ صورتحال یہ تھی کہ تمام صلیبی فوج حطین کی پہاڑی پر موجود تھی کہ جسے چاروں اطراف سے مسلمان فوج نے گھیر رکھا تھا۔ ان حالات میں صلیبیوں کا پانی تک پہنچنا ناممکن تھا اور جس قلعے کے دفاع کے لیے صلیبی لشکر روانہ ہوا تھا، وہ ابھی تک مسلمانوں کے محاصرے میں ہی تھا۔

اچانک مسلمان فوج نے قلعے کا محاصرہ ختم کر دیا اور مکمل قوت کے ساتھ حطین کے میدان میں اکٹھے ہو گئے۔ حطین کے میدان میں پہاڑی پر صلیبی فوج پیاس اور سخت بھوک کے باعث شدید مشکل سے دوچار تھی۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے لشکر میں ایک عالم بہاؤالدینؒ بھی تھے کہ جنہوں نے بعد میں سلطانؒ کی تاریخ اور سوانح عمری لکھی۔ انہوں نے صلیبی فوج کی اس بے بسی کی انتہائی دردناک داستان بیان کی ہے کہ جس سے اس صلیبی فوج کا عبرتناک انجام واضح ہوتا ہے۔ آپ چشم تخیل میں صلیبی فوج کی حالت زار کا اندازہ کریں کہ جو چاروں اطراف سے گھیرے میں آ چکی تھی، پانی سے دور تھی، اپنے مرکز سے دور تھی اور اب اس کو شدید گرمی میں موت اپنے سر پر یقینی نظر آ رہی تھی۔ اس تمام محاصرے کو توڑنے کے لیے صلیبی فوج تابڑ توڑ حملے کر رہی تھی۔ اس موقع پر مسلمان فوج نے صلیبی فوج کا راستہ روک کر اس کو حطین کی اس پہاڑی کی طرف دھکیل دیا کہ جو بعد میں ان کا قبرستان بنا۔ ابھی محاصرے کو دو ہی دن گزرے تھے کہ صلیبی فوج کی حالت انتہائی خراب ہونا شروع ہو گئی۔ اس موقع پر کئی نائٹس نے مسلمانوں کے سامنے اپنے ہتھیار ڈالنا شروع کر دیئے

صلاح الدین ایوبیؒ کی قیادت میں مسلمان لشکر

جنگ حطین کیلئے آنے والا صلیبی لشکر



اور مسلمانوں کو صلیبی فوج کی حالت سے آگاہ کیا کہ جسکے مطابق صلیبی لشکر کے پاس نہ تو گھوڑوں کے لیے اور نہ ہی اپنی پیاس بجھانے کیلئے پانی تھا۔صلیبیوں کے اس عذاب میں اضافہ کرنے کے لیے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے لکڑیوں کے بڑے بڑے انبار جمع کروائے اور ہوا کے رخ کو مدنظر رکھتے ہوئے ان لکڑیوں کو آگ لگوادی۔جسکے نتیجے میں دھویں اور گرمی نے بھی اس پیاسی صلیبی فوج کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس کی کمر مکمل طور پر توڑ دی۔اس ساری صورتحال کی وجہ سے صلیبی فوج نفسیاتی اور جسمانی طور پر اس حد تک کمزور ہوگئی کہ صلیبی فوج کے سپاہیوں نے خودکشیاں کرنا شروع کر دیں تا کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگیں۔ٹمپلر اور ہاسپٹلر نائٹس دستوں کی شکل میں پوری قوت کے ساتھ بار بار پہاڑی سے نیچے اتر کر مسلمانوں کی صفوں کو توڑنے کی کوشش کرتے تا کہ کسی طرح دریا تک پہنچنے کا راستہ بنایا جاسکے،مگر مسلمان فوج ہر دفعہ انہیں شکست دے کر پسپا کر دیتی۔

کئی مرتبہ انہوں نے اپنے دستوں کو منظّم کر کے اس قدر شدید حملے کیے کہ سلطانؒ کے ذاتی پڑاؤ کے انتہائی قریب پہنچ گئے۔سلطانؒ کا بیٹا، ملک العادل، سلطانؒ کے ساتھ کھڑا تھا اور وہ ان حملوں کی وجہ سے پریشان ہوگیا،لیکن سلطانؒ کے چہرے پر شکن تک نہ آئی۔جب صلیبیوں کو واپس مار بھگایا گیا تو سلطانؒ کا بیٹا چلا اٹھا کہ ہمیں فتح حاصل ہوگئی ہے،مگر سلطانؒ نے کہا کہ ''نہیں !ابھی نہیں''۔

دوسری مرتبہ بھی صلیبیوں نے اسی طرح حملہ کیا اور دوبارہ سلطانؒ تک پہنچ گئے۔لیکن انہیں دوبارہ شکست دے کر مار بھگایا گیا تو پھر سلطانؒ کے بیٹے نے دوسری مرتبہ کہا کہ اب ہم جیت گئے ہیں۔سلطانؒ نے پھر کہا کہ نہیں،ابھی نہیں! سلطانؒ نے مزید کہا کہ جب تک ان کا وہ ''سرخ خیمہ'' اپنی جگہ پر قائم ہے یعنی جب تک ان کے بادشاہ کا خیمہ اپنی جگہ پر قائم ہے،یہ ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔اب سلطانؒ

جنگ حطین میں صلیبی فوج اور نائٹس کا مسلمانوں کے ہاتھوں قتل عام

نے لشکر کو حکم دیا کہ جوابی حملہ کیا جائے، چنانچہ مسلمانوں نے براہ راست اس تھکان سے چور پیاسی فوج پر یلغار کردی۔ اس فوج کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ انکے گھوڑے پیاس سے مر چکے تھے۔ لہذا ان کے نائٹس اتر کر اپنے بھاری بھرکم زرہ بکتر کے ساتھ پیدل جنگ لڑنے پر مجبور ہوگئے، کہ جس سے بعد میں ان کو جان چھڑانا مشکل ہوگئی۔ مجبوراً نائٹس نے اپنے آہنی زرہ بکتر اتار پھینکے۔ اب نائٹس میں اور ایک عام پیادہ سپاہی میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اب مسلمان فوج نے ان کو گاجر اور مولی کی طرح کاٹنا شروع کیا۔ تھوڑی ہی



دیر گزرنے کے بعد یا تو میدان جنگ میں صرف لاشیں تھیں یا پھر وہ قیدی کہ جنہوں نے اپنے آپ کو مایوسی کے عالم میں مسلمانوں کے حوالے کردیا تھا۔ ان قیدیوں میں کئی ٹمپلر اور ہاسپٹلر نائٹس بھی تھے۔ حال یہ تھا کہ ایک ایک مسلمان سپاہی تیس تیس صلیبیوں کو رسی سے باندھ کر گھسیٹتا ہوا لے جارہا تھا۔ جو سب سے بڑی ذلت صلیبیوں کا مقدر بنی، کہ جسے وہ آج تک نہیں بھول پائے، کہ وہ صلیب کہ جس پر ان کا دعویٰ تھا کہ اس پر (نعوذ باللہ) عیسیٰؑ کو سولی دی گئی تھی، وہ صلیب مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئی۔ اس صلیب کو یہ لوگ "True Cross" کہتے تھے۔ اس صلیب کے مسلمانوں کے ہاتھ لگنے کے بعد پوری عیسائی دنیا میں صف

ماتم بچھ گئی۔اس سے زیادہ ذلت آمیز شکست کہ جس میں ان کا مقدس ترین ''ٹروکراس''،یعنی ''اصلی صلیب'' سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے قبضے میں آگئی،اس وقت صلیبیوں کے تصور میں بھی نہ تھی۔سلطانؒ نے اس صلیب کو نیزے پر چڑھا کر دمشق بھجوا دیا اور اسے دمشق کے بازار میں گھمایا گیا۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عزت بخشی۔جنگ حطین میں فتح کے بعد تمام قیدی سلطان کے سامنے لائے گئے۔ سلطانؒ نے اپنے ہاتھ سے آرنیٹ کو قتل کیا اور بادشاہ جیفری کو قیدی بنالیا۔

جنگِ حطین سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی جنگی ذہانت (Military Genius) اور قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ جس میں انہوں نے اپنے سے کئی گنا بڑے لشکر کا سامنا کر کے اس کو تباہ و برباد کر ڈالا۔

یہاں پر ایک عجیب وغریب واقعہ رونما ہوتا ہے۔سلطانؒ کی فوج میں ہمیشہ بھاری تعداد میں امت مسلمہ کے علماء،درویش،فقراء اور صوفیاء شامل ہوا کرتے تھے اور ان کا کام دعائیں کرنا اور مجاہدین کے حوصلے بڑھانا ہوتا تھا اور ضرورت پڑنے پر سلطانؒ ان سے فتویٰ بھی لیا کرتے تھے۔لیکن یہ تمام علماء،فقراء،صوفیاء اور درویش کبھی بھی خود تلوار ہاتھ میں لے کر جنگ نہیں کرتے تھے۔ان کے علم،مقام اور مرتبے کی وجہ سے ان کو ایک باعزت اور باوقار مقام حاصل تھا اور ان کا زیادہ تر وقت فوج کی اخلاقی وروحانی تربیت اور دعاؤں میں گزرتا۔سلطانؒ ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔اس جنگ میں کئی سو ٹمپلر اور ہاسپٹلر نائٹس بھی گرفتار ہوئے تھے اور سلطانؒ کا جلال ان فری میسنز،ٹمپلر اور ٹیوٹانک نائٹس کے خلاف عروج پر تھا،مگر سلطانؒ سے بھی زیادہ جلال ان علماء،فقراء اور صوفیاء کو تھا۔یہ پہلا موقع تھا کہ ان فقراء،بزرگ اور صوفیاء نے بھی سلطانؒ سے درخواست کی کہ ان کو تلواریں دی جائیں تا کہ ہر عالم،صوفی اور فقیر اپنے ہاتھ سے کم سے کم ایک نائٹ کی گردن اتارے۔اور پھر تاریخ نے غیر معمولی واقعہ دیکھا کہ ان تمام نائٹس کو علماء کے حوالے کر دیا گیا اور علماء اور درویشوں نے اپنی تلواروں اور خنجروں سے ان نائٹس کی گردنیں اتاریں۔سلطانؒ یہ سارا منظر بڑی دلچسپی سے دیکھتے رہے۔لیکن یہ بات بھی غیر معمولی ہے کہ ان ٹمپلر اور ہاسپٹلر نائٹس کو قتل کیے جانے سے پہلے انہیں مسلمان ہونے کی دعوت بھی دی گئی تھی اور تاریخ نے یہ منظر بھی دیکھا کہ ان میں سے چند ایک مسلمان بھی ہوئے اور بعد میں بہت اچھے مسلمان بن کر مسلمانوں کی طرف سے صلیبیوں کے خلاف بھی لڑے۔جنگ حطین کے بعد اللہ تعالیٰ نے شام اور فلسطین میں مسلمانوں پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے۔

....

وہ قلعے کہ جو فلسطین کے ساحل کے آس پاس آباد تھے اور بیت المقدس شریف کو گھیرے ہوئے تھے انہیں مسلمانوں نے جلد ہی فتح کر لیا۔اس کے بعد کسی مقام پر کوئی مزاحمت نہ ہوئی۔سلطانؒ کی طرف سے ہر ایک کو عام معافی دے دی گئی۔جب اللہ نے اس عظیم سلطان کو عزت دی تو اس نے اور بھی عاجزی کے ساتھ اللہ کے سامنے اپنا سر جھکا لیا اور وہ اپنی فتوحات کے ساتھ بڑھتا ہوا بیت المقدس شریف کے دروازے تک پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر قلعے کے عیسائیوں کو حکم دیا کہ ہتھیار ڈال کر شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے۔



اس پر قلعے کے کمانڈر نے مزاحمت کا ارادہ کیا اور شہر مسلمانوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔اس واقع سے ۹۰ سال قبل جب صلیبی فوج نے بیت المقدس شریف مسلمانوں سے چھینا تھا،تو اس موقع پر بیت المقدس شریف میں قریباً ایک لاکھ مسلمانوں کو ذبح کیا گیا تھا۔ تمام بڑے بڑے مغربی مورخ کہ جنھوں نے صلیبی جنگوں کی تاریخ لکھی ہے خود شرمندگی سے اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ تاریخ انسانی میں اس سے زیادہ درندگی، دہشت گردی، قتل عام و خونریزی اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی کہ جیسی اس جنونی صلیبی فوج نے بیت المقدس شریف میں بے گناہ اور نہتے مسلمانوں کے ساتھ روا رکھی۔ مسجد عمر میں مسلمانوں کا خون گھوڑوں کے گھٹنوں تک پہنچ آیا۔ بیت المقدس شریف کے اندر مسجد اقصیٰ کے صحن میں دس ہزار مسلمان ذبح ہوئے۔اس کے علاوہ تاریخ کی کتابوں میں ایسے اور بھی سینکڑوں واقعات موجود ہیں کہ جن کو بیان کرتے انسان کی روح کانپ جاتی ہے۔اب نوے سال بعد سلطان صلاح الدین ایوبیؒ بیت المقدس واپس حاصل کرنے پہنچتے ہیں۔ چھ دن تک مسلمانوں نے بیت المقدس کا محاصرہ جاری رکھا۔ چھٹے دن صلیبیوں کی ہمت جواب دے گئی۔سلطانؒ نے پہلے تو قسم کھائی کہ طاقت کے زور پر بیت المقدس کو فتح کیا جائے گا اور صلیبیوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے گا کہ جو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ نوے برس قبل کیا تھا۔اس مجاہد کا یہ ایک جلالی فیصلہ تھا،لیکن جلد ہی انہوں نے اپنے جلال پر قابو پایا اور جب صلیبیوں نے ان سے امن معاہدے کی درخواست کی تو سلطانؒ نے بھی فتح مکہ کی سنت پر عام معافی کا اعلان کر دیا۔اس سے پہلے صلیبیوں کے دماغ میں یہ خناس بھی موجود تھا کہ بیت المقدس شریف کو مسلمانوں کے حوالے کرنے سے پہلے مسجد اقصیٰ کو شہید کر دیا جائے اور ''گنبد صخرۃ''،یعنی وہ مقام کہ جہاں سے حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے،کو بھی تباہ کر دیا جائے۔سلطانؒ نے انہیں تنبیہ کی کہ ایسا نہ کرنا ورنہ تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا جائے گا۔اس کے بعد اتنی آسان شرائط پر ان صلیبیوں کے ساتھ معاہدہ کیا گیا کہ آج کی متعصب مغربی دنیا بھی اس بات پر مجبور ہے کہ وہ سلطانؒ کے کردار کی تعریف کرے۔

ہالیووڈ میں "Kingdom of Heaven" کے نام سے ایک فلم بنائی گئی ہے کہ جس میں فتح بیت المقدس کا شاندار واقعہ دکھایا گیا ہے اور اپنے تمام تر تعصب کے باوجود وہ یہ سچائی دکھانے پر مجبور ہیں کہ صلیبیوں کے مقابلے میں سلطان کا اخلاق اور کردار کتنا اعلیٰ تھا۔مسلمانوں کے تقریباً ہر جرنیل اور سپہ سالار نے سنت نبوی کے مطابق ہمیشہ مغلوب دشمن کیساتھ بہترین کردار اور اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے۔مسلمان ہمیشہ اس وقت معاف کر دیا کرتے ہیں کہ جب ظالم معافی اور مغفرت کی بھیک مانگ رہا ہو یا پھر مسلمان اس پر غلبہ پا لیں۔

....

اب ذرا معاہدۂ امن کی شرائط بھی دیکھ لیجیئے۔ یہ شرائط اس قدر ناقابل یقین ہیں کہ تاریخ انسانی میں اس کی مثال صرف مسلمان ہی دے سکتے ہیں۔ بیت المقدس کے تمام صلیبی اور عیسائی قیدیوں کو امان دے دی گئی،حتیٰ کہ ٹمپلر اور ہاسپٹلر نائٹس کو بھی اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنی تمام تر دولت لیکر یہاں سے نکل جائیں۔ چرچ اور پادریوں کو اجازت تھی کہ چرچ کی تمام دولت اپنے ساتھ لے جاسکیں۔ ہر عورت اور مرد کو صرف ایک معمولی سا فدیہ ادا کر کے رہائی کی اجازت دے دی گئی، بلکہ ان تمام خاندانوں کو بھی حفاظت کے ساتھ سمندر



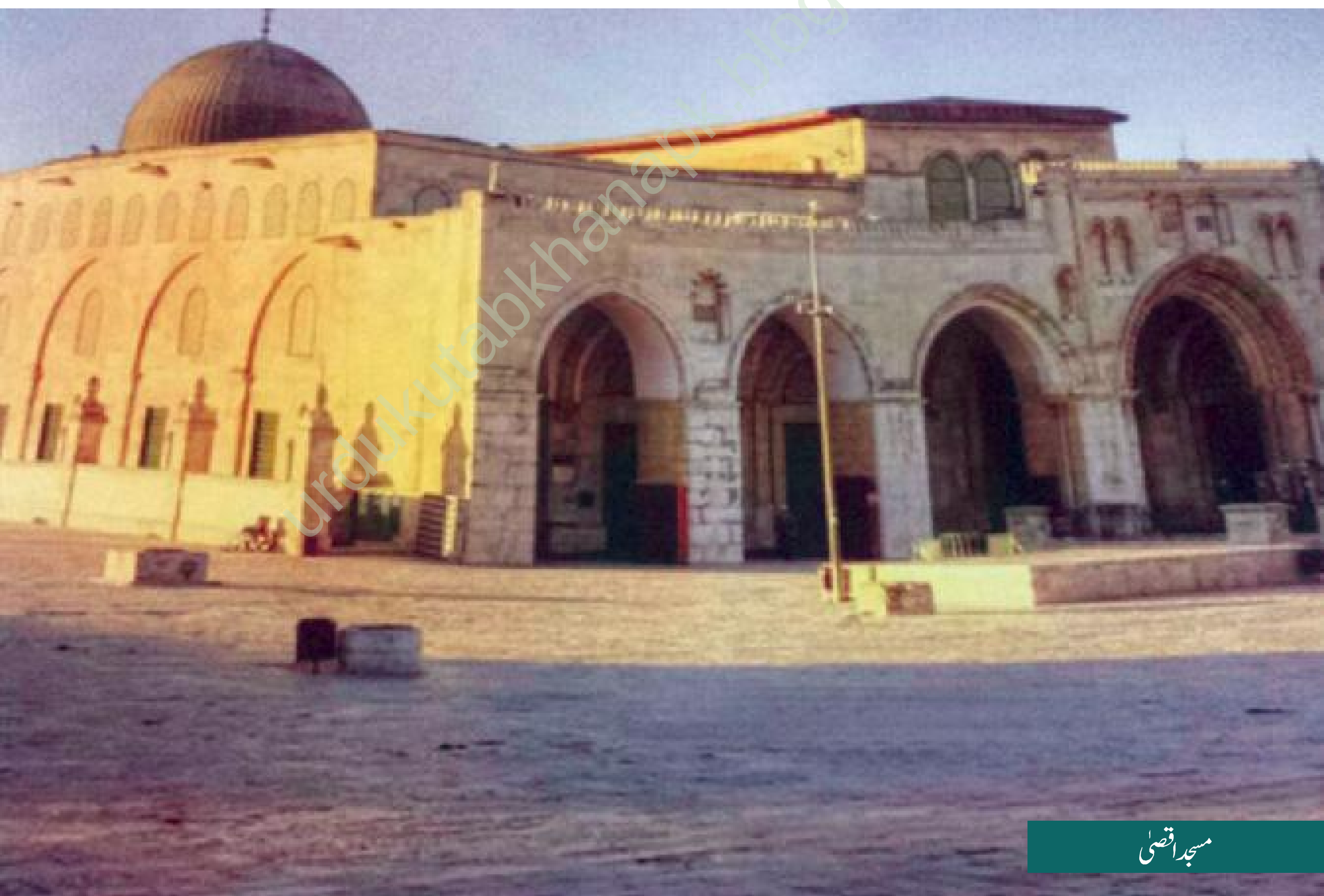
تک، کہ جہاں اب بھی ایک آدھ عیسائی قلعہ موجود تھا، پہنچانے کے لیے مسلمان فوج خود ان قیدیوں کے ساتھ گئی۔ ان میں سے قریباً دس ہزار لوگ ایسے تھے کہ جو اپنا فدیہ ادا کرنے کے قابل نہیں تھے۔ ان کا فدیہ خود سلطانؒ نے اپنی جیب سے ادا کیا۔ ایسی کئی سو عورتیں سلطانؒ کے پاس آئیں کہ ہمیں آپ نے جانے کی اجازت تو دے دی ہے، لیکن ہمارے مرد آپ کے پاس جنگی قیدی ہیں (یہ لوگ حطین اور دوسری لڑائیوں میں قید ہوئے تھے)، ہم اپنے مردوں کے بغیر تباہ و برباد ہو جائیں گی، ہم پر رحم کریں اور ہمارے مرد ہمیں واپس کر دیں۔ ان کی آہ و زاری دیکھ کر سلطانؒ رو پڑے اور فوج میں سے ان تمام مردوں کو بلایا گیا کہ جو مسلمانوں کی قید میں تھے۔ انہیں عزت کے ساتھ خرچ دے کر ان کے بچوں اور بیویوں کے ساتھ عیسائی اکثریتی علاقوں کی جانب رخصت کر دیا گیا۔ اسی طرح سلطانؒ کے بھائی نے بھی کئی ہزار قیدیوں کا فدیہ ادا کیا۔ ان میں تقریباً چالیس ہزار کے قریب ایسے قیدی بھی تھے کہ جو بغیر فدیہ کے آزاد کر دیئے گئے۔ کیا دنیا کی تاریخ اتنے اعلیٰ اخلاق کی کوئی مثال بھی پیش کر سکتی ہے؟ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے بعد جو عام معافی دی وہ محدود نہیں رہی بلکہ ہر آنے والے دور میں ہر عاشقِ رسول ﷺ نے بعد میں بھی اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے، ایسی ہی شاندار مثالیں قائم کیں ہیں۔ تاریخ انسانی اٹھا کر دیکھ لیں کہ جب بھی ہمارے دشمنوں نے ہمارے شہر فتح کیے تو انہوں نے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا، مگر مسلمانوں نے اپنے دشمنوں سے ہمیشہ احسان کا معاملہ رکھا۔ نوے برس کے بعد بیت المقدس اللہ کے فضل و کرم سے دوبارہ مسلمانوں کے پاس آ گیا۔ وہ تمام عیسائی کہ جو بیت المقدس شریف سے نکل کر عیسائی علاقوں کی طرف گئے،

فتح بیت المقدس کے موقع پر صلیبی فوج اور ٹمپلر نائٹس سلطانؒ کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے



وہ طرابلس کے قلعے کے پاس پہنچے۔ پھر تاریخ نے یہ منظر بھی دیکھا کہ ان دو عیسائی قلعوں کے دروازے اپنے ہی عیسائی مہاجرین پر بند کر دیئے گئے۔ ان عیسائی مہاجروں کو قلعوں کے باہر ہی چھوڑ دیا گیا، یہاں تک کہ انہیں لوٹا بھی گیا۔ لوگوں نے اپنے عیسائی حکمرانوں کو کوسنا شروع کر دیا اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کو دعائیں دیں کہ جس نے انہیں اتنی عزت واحترام سے یہاں تک پہنچایا۔ ان مہاجرین کی بے بسی کا یہ عالم بھی تاریخ کے اوراق میں درج ہے۔

جب سلطان صلاح الدینؒ فاتحانہ طور پر بیت المقدس شریف میں داخل ہوئے اور مسجد اقصیٰ اور گنبد صخرۃ پہنچے، تو یہ ۲۷ رجب کا دن تھا، یعنی وہ دن کہ جب حضور ﷺ اسی مقام سے معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ یہ محض اتفاق نہیں بلکہ امت مسلمہ کیلئے قدرت کا ایک غیر معمولی اشارہ اور تحفہ تھا اور سلطانؒ کی خوش نصیبی پر ایک مہر! اسی کرم کی وجہ سے وہ قیامت تک مسلمان غازیوں میں اعلیٰ ترین مقام کے حامل ہوئے۔ پوری امت مسلمہ سے فقراء درویش، علماء نے سلطانؒ کے ساتھ، ۹۰ سال کے بعد، مسجد اقصیٰ میں پہلا جمعہ ادا کیا۔ وہ منبر کہ جو نورالدین زنگیؒ نے بیت المقدس کی فتح کے بعد یہاں نصب کرنے کے لیے تیار کروایا تھا، اسے بیت المقدس لایا گیا اور مسجد اقصیٰ میں نصب کیا گیا اور شکرانے کے نوافل ادا کیے گئے۔


مسجد اقصیٰ





انگلستان کا بادشاہ رچرڈ کہ جس کو مغربی مورخ ''شیر دل'' کے نام سے یاد کرتے ہیں، مگر درحقیقت ایسا درندہ صفت، بزدل انسان کہ جس نے سینکڑوں گرفتار شدہ مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ذبح کروایا۔

بیت المقدس کے مسلمانوں کے پاس چلے جانے کی خبر پوپ کے پاس پہنچی تو خبر سنتے ہی شدت غم سے اس پر دل کا دورہ پڑا اور وہ ہلاک ہوگیا۔ فوراً ہی نیا پوپ اس کی جگہ آیا اور آتے ہی پوری صلیبی دنیا میں ایک نئی صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا۔ تمام بادشاہوں کو خطوط لکھے گئے کہ صلیبی جنگ کا آغاز کر دیا گیا ہے اور تمام بادشاہ اپنی اپنی فوجیں لے کر قسطنطنیہ میں جمع ہو جائیں۔ اس زمانے میں انگلستان اور فرانس کی بادشاہتیں آپس میں متصادم تھیں۔ انگلستان کا بادشاہ رچرڈ تھا کہ جسے تاریخ رچرڈ شیر دل (Richard the Lion Heart) کے نام سے یاد کرتی ہے۔ رچرڈ اور فرانس کا بادشاہ باہم متصادم تو تھے، مگر پوپ کے حکم کے سامنے مجبور ہوئے اور اپنی اپنی افواج کو لے کر وہ بھی قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوگئے، لیکن دوستوں کی حیثیت سے نہیں۔ آپس میں ان کے شدید اختلافات پھر بھی قائم رہے۔ تیسری طرف جرمنی کا بادشاہ فریڈرک باربروسا تھا کہ جس کے سرخ رنگ کے بالوں کی وجہ سے اطالوی اسے باربروسا کہا کرتے تھے۔ یہ بادشاہ بھی اپنی ڈیڑھ لاکھ فوج کو لے کر قسطنطنیہ پہنچا۔ یہ تینوں بادشاہ اور مشرق و مغرب کی عیسائی دنیا قسطنطنیہ میں آ کر جمع ہوئی۔



فریڈرک باربروسا

جب سلطانؒ کو یہ اطلاع پہنچی تو آپ بہت فکر مند ہوئے، کیونکہ ایسی اطلاعات بھی گردش کر رہی تھیں کہ فریڈرک باربروسا قریباً دس لاکھ کی فوج جمع کر رہا ہے اور اتنی بھاری فوج کے ساتھ وہ پہلے سلجوق سلطان کے مرکز قونیہ پر حملے کا ارادہ رکھتا ہے، اور پھر دوسرا حملہ وہ بیت المقدس شریف کے حصول کے لیے کرے گا۔ یہاں سلطانؒ نے اللہ تعالیٰ سے غیبی مدد کی درخواست کی، کیونکہ تین بڑے بادشاہ پورے یورپ سے دس لاکھ کا لشکر لیکر مسلمانوں پر حملہ کرنے آ رہے تھے۔ اس طرح تیسری صلیبی جنگ کا آغاز ہوا۔





1189-1192
Third Crusade

Ratisbon
Frederick Barbarossa
Genoa
Nish
Marseille
Pisa
Constantinople
Adrianople
Amalfi
Lisbon
Acre 1191
Richard the Lionheart
Philip Augustus

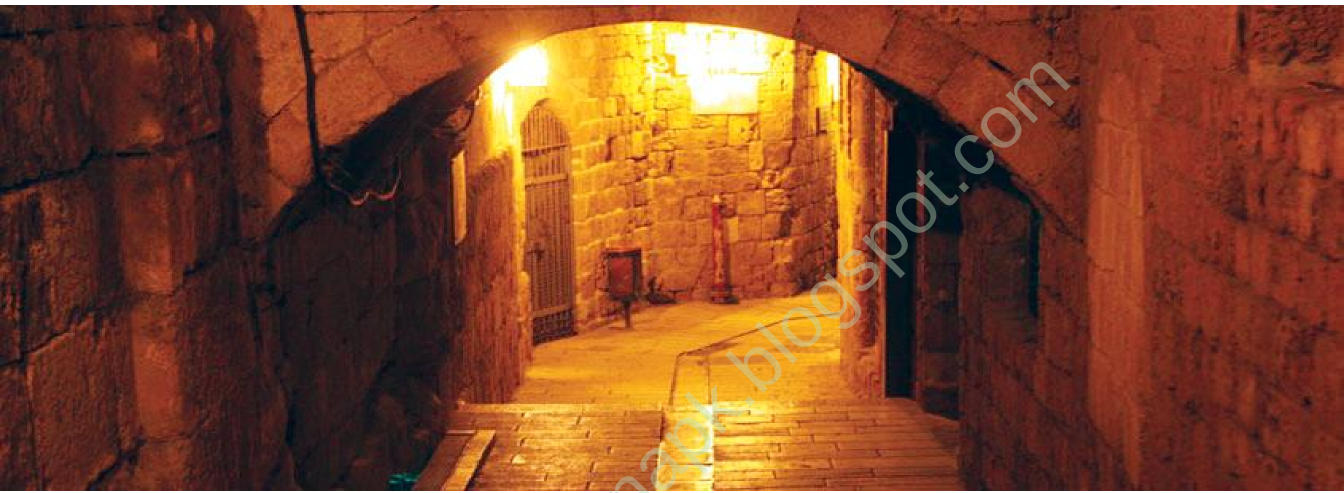
تیسری صلیبی جنگ کے دوران دونوں صلیبی لشکروں کی آمد کے راستے۔

سرخ لکیر جرمن بادشاہ فریڈرک باربروسا اور اس کی فوج کی پیش قدمی ظاہر کرتی ہے اور نیلی لکیر انگریز بادشاہ رچرڈ کی فوج اور بحری بیڑے کی پیش قدمی دکھاتی ہے۔

جرمن فوج جب اناطولیہ میں داخل ہوئی تو سلجوق سلطانوں نے ان کا راستہ روکنے کی سرتوڑ کوشش کی، مگر جرمن فوج کی بھاری تعداد کے سبب سلجوقیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ پہلی خونریز لڑائی قونیہ کے مقام پر ہوئی، مگر اس کے بعد اللہ کی طرف سے غیبی تائید آئی اور جرمن بادشاہ حادثاتی طور پر دریا میں ڈوب کر ہلاک ہوگیا۔ اس بادشاہ کی موت مسلمانوں کے لیے اتنی بڑی تائید الٰہی تھی کہ سلطانؒ نے فوراً اللہ کا شکر ادا کیا۔ جرمن فوج کا جذبہ بھی کمزور پڑ گیا اور وہ بکھرنے لگی۔ اس کے بعد جرمن فوج نے مزید پیش قدمی کرنے سے انکار کردیا اور کئی لاکھ کی فوج ٹکڑیوں میں تقسیم ہوکر واپس قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوگئی۔ راستے میں مختلف مقامات پر ان کی مسلمانوں سے جھڑپیں بھی ہوئیں۔ بعد میں جب اس بادشاہ کا بیٹا بھی ایک جھڑپ میں ہلاک ہوگیا تو جرمن فوج مکمل طور پر قیادت سے محروم ہوگئی۔

اب صلیبی جنگ کی قیادت فرانس اور انگلستان کی افواج کے پاس آگئی اور رچرڈ، فرانسیسی بادشاہ فلپ کے ساتھ کشتیوں میں سوار ہوکر ''عکرہ'' (Acre) کے قلعے کے پاس پہنچا اور وہاں اپنا مرکز قائم کیا۔ عکرہ کا قلعہ مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ اس کے ایک طرف سمندر اور باقی اطراف میں خشکی تھی۔ خشکی کے تمام راستوں پر صلیبی فوج نے قبضہ کرلیا اور خیمہ زن ہوگئی اور وہاں مورچے قائم کردیئے گئے۔ جب سلطانؒ کو معلوم ہوا کہ عکرہ کا محاصرہ کرلیا گیا ہے تو وہ اپنی فوج لے کر وہاں پہنچے۔ لیکن یہ فوج اتنی بڑی نہیں تھی کہ لڑ کر قلعہ چھڑا سکتی، چنانچہ کئی مہینے یہ محاصرہ قائم رہا۔ صلیبیوں کی شرائط یہ تھیں کہ مسلمان عکرہ کا قلعہ ان کے حوالے کریں اور وہ صلیب کہ جو مسلمانوں نے حطین میں حاصل کی تھی، وہ بھی انہیں واپس کی جائے اور مسلمان انکو بھاری فدیہ بھی ادا کریں۔ اب صورتحال یہ تھی کہ عکرہ کے قلعے کے





اوپر: عکرہ کے قلعے کی بیرونی دیوار، نیچے: ٹمپلر نائٹس کی طرف سے عکرہ کے قلعے میں بنایا گیا زمین دوز راستہ

اندر مسلمان محصور تھے، قلعے کے باہر صلیبی فوج خیمہ زن تھی اور صلیبی فوج کی پشت پر سلطان صلاح الدینؒ اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ پڑاؤ ڈال کر قیام کر رہے تھے۔ ایسی صورتحال میں سلطانؒ نے بہت مشکل سے عکرہ کے قلعے سے رابطہ برقرار رکھا ہوا تھا۔

یہاں پر ایک غیر معمولی واقعہ بھی رونما ہوا۔ دشمن کے بحری جہاز عکرہ کے سمندری راستے بھی روکے ہوئے تھے۔ چنانچہ سلطانؒ کے غوطہ خور پیسے اور خطوط لے کر ان بحری جہازوں کے نیچے سے تیرتے ہوئے عکرہ کے قلعے تک پہنچتے اور اس طریقے سے یہ پیغام رسانی کا سلسلہ برقرار رکھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ سلطانؒ کے ایک غوطہ خور نے پیسے اور خط لے کر غوطہ لگایا تو وہ کسی حادثے کا شکار ہو کر شہید ہو گیا اور کئی روز تک اس کی کوئی اطلاع نہ ملی۔ مگر کئی دنوں کے بعد مسلمان عکرہ کے قلعے کے باہر سمندر میں تیرتی ہوئی ایک لاش کو دیکھتے ہیں۔ جب اس لاش کو کھینچ کر باہر نکالا گیا تو یہ وہی غوطہ خور تھا کہ جو خطوط اور پیسے لے کر روانہ ہوا تھا۔ ابھی تک غوطہ خور کے گلے میں پیسوں کی تھیلیاں لٹک رہی تھیں اور اس کے پاس خط بھی موجود تھا۔ تاریخ دان لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے تاریخ میں کسی مردہ شخص نے اپنی ڈیوٹی اور مشن کو اس طرح پورا نہیں کیا کہ جس طرح اس شہید مجاہد نے۔

کئی ماہ کے محاصرے کے باعث عکرہ کے قلعے میں مسلمانوں کی حالت خاصی نازک ہو چکی تھی۔ خوراک اور وسائل کی کمی کے باعث



رچرڈ نہتے مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہوئے

نوبت فاقہ کشی تک پہنچ گئی اور قلعے کے محافظین بھی اس قابل نہ رہے کہ قلعے کا دفاع کر سکتے۔ بالآخر امن کی شرائط طے کی گئیں اور رچرڈ، کہ جس کو پورا یورپ اخلاق اور کردار میں اعلیٰ ترین شخص مانتا تھا، مسلمانوں نے اس سے معاہدہ کرلیا اور کئی ہزار مسلمان بچوں، عورتوں اور مردوں نے اپنے آپ کو صلیبی فوج کے حوالے کر دیا۔ انگریز بادشاہ رچرڈ نے مسلمانوں سے بہت جلد مطالبہ کیا کہ اسے بھاری رقم ادا کی جائے اور وہی تاریخی صلیب بھی اس کو واپس دی جائے۔ پھر تاریخ نے وہ منظر دیکھا کہ جو بیت المقدس کی پہلی فتح کے موقع پر ہوا تھا۔ رچرڈ نے تمام قیدیوں، عورتوں اور بچوں کو قلعے سے باہر نکالا اور مسلمان فوج اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے سامنے کھڑا کر کے ایک ایک کو ذبح کر دیا۔ مسلمانوں میں اشتعال پھیل گیا۔ سلطانؒ نے ان معصوموں کو بچانے کیلئے پوری فوج کو پوری قوت سے حملہ کرنے کا حکم دیا اور پھر صلیبی فوج کے ساتھ ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی، لیکن صلیبی فوج کا لشکر اتنا بڑا تھا کہ مسلمان کسی ایک قیدی کو بھی نہ بچا پائے۔ وہ تمام مسلمان کہ جنہوں نے عکرہ کے قلعے سے نکل کر اپنے آپ کو صلیبیوں کے حوالے کیا تھا، انہیں رچرڈ کے حکم پر ذبح کر دیا گیا۔ خود عیسائی مورخ بھی اسے تاریخ کا سیاہ باب قرار دیتے ہیں کہ جب رچرڈ نے نہتے عورتوں اور بچوں کو پناہ دینے کے بعد اس بے دردی سے قتل کیا۔

عکرہ کی فتح کے بعد صلیبیوں کی آپس میں بھی پھوٹ پڑ گئی۔ فرانس کا بادشاہ ناراض ہو کر واپس چلا گیا اور اب اس پوری صلیبی مہم کی ذمہ داری رچرڈ پر آن پڑی۔ جس طرح مسلمان سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کو اپنا ہیرو مانتے ہیں، اسی طرح انگریز بھی رچرڈ کو اپنا ہیرو سمجھتے


سلطان صلاح الدینؒ اور رچرڈ میدان جنگ میں

ہیں۔ چنانچہ صلاح الدین ایوبیؒ اور رچرڈ کے تصادم کو دونوں طرف سے تاریخ میں ایک رومانوی حیثیت حاصل ہے۔

عکرہ کی فتح کے بعد رچرڈ کئی سال تک صلیبی فوجوں کی قیادت کرتا رہا اور سلطانؒ کی فوجوں سے اس کی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ تاریخ میں ان جھڑپوں کے بہت سے واقعات بیان کیے جاتے ہیں کہ جس میں کچھ افسانوی ہیں اور کچھ حقیقی۔ یہ واقعہ بھی تاریخ نے دیکھا کہ ایک جنگ کے دوران رچرڈ کا گھوڑا مارا گیا۔ سلطانؒ کی غیرت نے اس بات کو گوارا نہیں کیا کہ وہ اپنی فوج کی قیادت گھوڑے پر بیٹھ کر کریں اور ان کا دشمن بادشاہ زمین پر پیدل کھڑا ہو۔ سلطانؒ نے جنگ رکوائی اور اپنا بہترین گھوڑا رچرڈ کو دیا اور اسے کہا کہ اس پر سوار ہو کر اپنی فوجوں کی قیادت کرو، کیونکہ میں اپنے دشمن کو ایسے نہیں مارنا چاہتا کہ میں گھوڑے پر ہوں اور وہ پیدل۔

ایک موقع پر رچرڈ بیمار ہو گیا اور اس کے علاج کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا، تو سلطانؒ نے اپنا خاص طبیب بھیجا کہ جس نے عیسائی لشکر میں جا کر رچرڈ کا علاج کیا اور اس کے ساتھ تحفے میں پھل بھی بھجوائے تا کہ وہ جلد صحت یاب ہو کر سلطان کے مقابلے پر آ سکے۔

انسانی تاریخ نے اتنے اعلیٰ کردار کا جرنیل اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تمام تر تعصب کے باوجود خود عیسائی مورخ مجبور ہیں کہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی شان میں قصیدے لکھیں۔ کئی سال یہ جنگیں ہوتی رہیں، لیکن اللہ کے فضل و کرم سے نہ تو صلیبی بیت المقدس کے قریب پہنچ پائے اور نہ رچرڈ، سلطانؒ کو شکست دے سکا، اور نہ ہی ان کو اپنی مقدس ''اصلی صلیب'' واپس مل سکی۔

۱۱۹۲ء میں تنگ آ کر ایک امن معاہدہ کیا جاتا ہے کہ جس کے مطابق صلیبی فوجیں واپس لوٹ گئیں اور سلطانؒ کو موقع ملا کہ طویل عرصے



کے بعد دمشق جا کر کچھ آرام کر سکیں۔ رچرڈ نے بھی واپسی کا سفر شروع کیا، لیکن اس کی بدنصیبی یہیں ختم نہیں ہوئی۔ اس کا بحری جہاز غرق ہو گیا اور وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر آسٹریا پہنچا۔ آسٹریا کا بادشاہ اس کا مخالف تھا اور اس نے اسے قید کر لیا۔ دو سال تک رچرڈ آسٹریا کی جیل میں رسوا ہوتا رہا، حتیٰ کہ پورے انگلستان نے ٹیکس اور فدیہ جمع کیا اور رچرڈ کا تاوان ادا کر کے اسے چھڑوایا۔

....

تیسری صلیبی جنگ کے وقت پورے یورپ میں ٹیکس لگا دیا گیا کہ جس کو آج بھی ''صلاح الدین ٹیکس'' کہا جاتا ہے۔ سلطان صلاح الدینؒ کی وجہ سے یورپی ممالک سلطانؒ کے خلاف لڑنے کیلئے ٹیکس اکٹھا کرتے رہے۔ پوری دنیا پر جو رعب اور دبدبہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے طاری کر رکھا تھا، اس سے پہلے کسی مسلمان حکمران نے وہ مقام حاصل نہ کیا تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ تیسری صلیبی جنگ کے خاتمے کے کچھ ہی عرصہ بعد ۱۱۹۳ء میں دمشق میں انتقال کر جاتے ہیں۔

آپ کے انتقال کے وقت آپ کے پاس صرف چند درہم موجود تھے اور کفن کے پیسے تک نہ تھے۔ آپ کے دوستوں کی مالی معاونت سے فاتح بیت المقدس سلطان مصر و شام صلاح الدین ایوبیؒ کے لیے کفن کا انتظام کیا گیا۔ سلطان کا گھوڑا اور جھنڈا بغداد روانہ کیا گیا اور پوری امت مسلمہ میں صف ماتم بچھ گئی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد اس سے زیادہ کڑا وقت امت مسلمہ پر کبھی نہیں آیا کہ جب سلطان اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

صلیبی بچوں کی فوج





بیت المقدس شریف کی ایک قدیم مصوری


القبر الحقيقي الذي يضم الجسد الطاهر
للسلطان الناصر صلاح الدين الأيوبي
THE TRUE GRAVE FOR
VORTUOUS BODY OF
CONQUEROR AL-SULTAN
SALAH ALDIN AL-AYOUBI



اس صلیبی جنگ کے بعد صلیبیوں نے آنے والی دہائیوں میں مزید پانچ صلیبی جنگوں کا اہتمام کیا، لیکن تمام جنگوں میں صلیبی بری طرح شکست سے دوچار ہوئے کہ جن کا ذکر بھی ضروری نہیں۔ چوتھی صلیبی جنگ میں تو حال یہ تھا کہ صلیبی قسطنطنیہ ہی میں الجھ کر رہ گئے اور مسلمانوں کے علاقے فتح کرنے کی بجائے خود قسطنطنیہ کو ہی ''فتح'' کرلیا۔ اس کے بعد صلیبی بچوں کی بھی ایک فوج نکلی کہ جنہوں نے اپنے بڑوں کی ناکامی کے بعد بیت المقدس فتح کرنے کی ٹھانی۔ ان کا خیال یہ تھا کہ چونکہ ان کے بڑے گناہ گار اور بدکردار تھے اس لیے خدا نے ان کی کوششوں کو قبول نہیں کیا، لہٰذا اب معصوم بچوں کو یہ کام خود کرنا چاہیے۔ ان ہزاروں بچوں میں سے کوئی ایک بچہ بھی یورپ پار نہ کرسکا۔ ہزاروں راستے میں ہی مارے گئے یا یورپ میں غلام بنا لیے گئے۔

ان تمام صلیبی جنگوں کے بعد بھی کئی سوسالوں تک الحمدللہ بیت المقدس شریف مسلمانوں کے پاس ہی رہا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب خلافت عثمانیہ کا سقوط ہوا تو یہاں ایک مرتبہ پھر صلیبی فوجیں داخل ہوئیں۔ مگر پھر ۱۹۶۶ء تک بیت المقدس شریف اردن کے مسلمانوں کے قبضے میں رہا۔ ۱۹۶۷ء میں ہونے والی عرب اسرائیل جنگ میں بالآخر بیت المقدس شریف ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر براہ راست یہودیوں کے قبضے میں چلا گیا۔ ایک ہزار سال قبل شروع ہونے والی یہودی سازش صلیبی جنگوں سے ہوتی ہوئی بیسویں صدی کے آخر میں بالآخر اس وقت کامیاب ہوئی کہ جب اسرائیل کی یہودی ریاست عین مسلمانوں کے قلب میں قائم ہو چکی تھی اور مسلم دنیا میں قحط الرجال کا وہ عالم تھا کہ آج تقریباً نصف صدی گزرنے کے بعد بھی امت مسلمہ کوئی دوسرا نورالدین زنگیؒ یا صلاح الدین ایوبیؒ پیدا کرنے سے قاصر ہے!

صلاح الدین ایوبیؒ آج دمشق میں محوخواب ہیں۔ مگر آج یقیناً ان کی روح انتہائی اذیت میں ہوگی۔ آج شام اور فلسطین ایک مرتبہ پھر صلیبیوں اور یہودیوں کے نرغے میں ہیں اور امت مسلمہ ذلت و رسوائی کے ایک اور المناک دور سے گزر رہی ہے۔

بیت المقدس شریف اور مسجد اقصیٰ آج ایک اور صلاح الدین کے منتظر ہیں!!!

''تمہیں یہ اصول قرآن نے دیا ہے کہ جنگ ہو تو لڑو اور نہ ہو تو جنگ کی تیاری کرو۔''

صلاح الدین ایوبیؒ





ٹمپلر نائٹس کی قبریں، ٹمپلر چرچ لندن





مسلمان اور صلیبی فوجیوں کے لباس اور ہتھیار







شام: ٹمپلر نائٹس کا ایک قلعہ



ایران: حسن بن صباح کا ''قلعہ الموت''



فرانس: صلیبیوں کا قلعہ



قاہرہ، مصر: سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا قلعہ و مسجد محمد علی

"حکمران اپنی حکومت کی حفاظت کرتا ہے اور
مجاہد اپنے ملک و ملت پر قربان ہوتا ہے۔"

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ





"حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد امت مسلمہ کے متقی ترین سربراہ"۔
(سلطان نورالدین زنگیؒ کی بزرگی کے بارے میں ایک مورخ کا اظہار عقیدت)

"وہ (زنگیؒ) ایک عادل، شجاع، حکیم اور دیندار حکمران تھا۔"
(ولیم آف ٹائر)

"سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی وفات، خلفائے راشدین کے انتقال
کے بعد امت مسلمہ پر پڑنے والی سب سے بڑی مصیبت تھی"۔
(ایک مورخ کا سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کو خراج تحسین)

"(صلاح الدینؒ) شجاعت اور اولوالعزمی کی اعلیٰ ترین اقدار کا غیر متزلزل و منفرد نمونہ"۔
(سی۔ جے روسولٹ)

"(صلاح الدینؒ) بے مثال ذہانت کا حامل، دوران جنگ ایک برق رفتار وجود،
اور انسان کی توقع سے بھی زیادہ شریف اور کریم النفس"۔
(ولیم آف ٹائر)

"صلاح الدین کی ذات ایسی منفرد اور عظیم الشان ہے کہ جس کو دیکھ
کر میں بھی اپنے انسان ہونے پر فخر کرسکتا ہوں"۔
(دانتے)

سید زید زمان حامد



BrassTacks
Advanced Threat Analysis
Defence and Security Advisors

House # 683-A, Street # 4
Chaklala Scheme 3, Rawalpindi, Pakistan.
Land line: +92-51-5598046 -7
Website: www.zaidhamid.pk
E-mail: syedzaidzamanhamid@gmail.com

R.s. 500/-